جمعہ کی دوسری اذان کہاں ہونا چاہیے اسکی تحقیق نہایت سلیس اور عام فہم اردو میں اور مخالفین کا رد بلیغ

جسکو

حامئ سنت جناب مولوی عرفان علی صاحب قادری رضوی نے تصنیف فرمایا

اور

التحقیق الحسان فی احکام الاذان

نام رکھا

اور بحکم جناب منشی عظمت علی صاحب قادری رضوی بیسلپوری

حسنی پریس بریلی میں چھپکر رضوی کتبخانہ محلہ بہاری پور بریلی سے شائع ہوئی

بار اول ۵۰۰ جلد

قیمت فی جلد ۴ر

487

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اس وقت مسئلہ اذان جمعہ میں مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھی مدرس مدرسہ سہارنپور کی تحریر تنشیط الاذان فی تحقیق محل الاذان ہمارے پیش نظر ہے کانپور سے بھی انبٹھی صاحب کے ہم مذہب علماء کی ایک تحریر شایع ہوئی تھی جسکے جواب میں وقایۃ اہل السنہ عن مکر دیوبند والفتنہ سنہ ۱۳۳۲ھ میں اہل حق نے شایع کیا جو اسوقت تک لاجواب ہے اس رسالہ مبارکہ میں روز روشن کیطرح ظاہر کیا گیا تھا کہ کانپوری تحریر نے اہلسنت کے صحاح ستہ وائمہ اربعہ سبکو باطل وبے اعتبار کردیا۔ وقایۃ اہل السنہ جیسی زبردست اور لاجواب تحریر کے ہوتے ہوئے تنشیط الاذان کسی عاقل کے نزدیک باوقعت اور اصلا قابل التفات نہیں رہتی کیونکہ اسمیں زیادہ تر وہی کانپوری اور رامپوری تحریرات کی مردودات کا اعادہ کیا گیا ہے۔

مسلمانو! للہ انصاف وقایہ اہل السنت کے تین سو قاہر اعتراضات کے جواب نہ دینا اور کانپوری اور رامپوری تحریروں سے کچھ دال دلیا کرلینا اور تغلیط الاذان کا لباس میں آکر تنشیط الاذان نام دھر کر قوم میں شایع کرکے سنیوں کو احیائے سنت وعمل بالسنہ سے روکنا اور یہ کہتے پھرنا کہ تنشیط الاذان کا کوئی جواب نہیں ہوا کیسی کھلی ہٹ دھرمی ہے چونکہ بعض جگہ وہابیہ نے اس سہارنپوری تحریر کو احیائے سنت سے روکنے کا آلہ بنا رکھا ہے لہذا احباب کے اصرار سے ہم اوسکے رد کیطرف عنان قلم پھیرتے اور اپنے اسپ تحریر کو میدان احقاق حق وابطال باطل میں جولان دیتے اور اس تحریر کا نام التحقیق الحسبان فی احکام الاذان رکھتے ہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان ؕ

تعریف واحکام اذان

پہلے اسکے کہ میں سہارنپوری تحریر کے اعتراضات کے جوابات کیجانب متوجہ ہوں یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اذان کیا ہے اور اسکے متعلق مسائل فقہیہ کیا ہیں، تاکہ زیر بحث مسئلہ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔

اذان کی تعریف جاننا چاہیئے کہ اذان عرف شرع میں ایک خاص قسم کا اعلان ہے جسکے لئے الفاظ مقرر ہیں یہ اعلان غائبین کی اطلاع کیواسطے ہے کیونکر اعلام غائبین رکن حقیقت اذان ہے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے الاذان اعلام الغائبین والاقامۃ اعلام الحاضرین یہ وہم کہ اذان خطبہ غائبین کی اطلاع کو نہیں بلکہ مثل اقامت حاضرین کی اطلاع کو ہے محض بے بنیاد اور لاعلمی پر مبنی ہے۔ ہدایہ وکافی وتبیین وعنایہ وبحر ودر مختار وغیرہا میں ہے واللفظ للبحر تکلما دہ مشروع کما فی اذان الجمعہ لانہ لا علام الغائبین فتکریرہ مفید لاحتمال عدم سماع البعض کیسی صاف تصریح ہے کہ جمعہ کی اذان بھی غائبین کی اطلاع کو ہے لہذا خطبہ کیوقت دو بارہ کہنا مفید ہے کہ شاید پہلی اذان بعض غائبین نے نہ سنی ہو تو اب سن لینگے محققین فرماتے ہیں کہ حضور پرنور نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے زمانہ اقدس میں نماز جمعہ کیواسطے صرف ایک ہی اذان یعنی اذان خطبہ تھی جو فنائے مسجد میں یعنی دروازۂ مسجد پر خطیب کے مقابل میں ہوتی تھی جبکہ بفضلہ تعالے مسلمان کثیر ہو گئے امیر المؤمنین عثمن غنی رضی اللہ تعالے عنہ نے اپنے پاک زمانہ میں ایک اور اذان اضافہ فرمائی جو آجکل اذان اول جمعہ کہلاتی ہے۔ یہ اذان مسجد سے دور بازار میں دیجاتی تھی ہشام اپنے زمانہ میں اسی اذان کو مسجد کے منارہ پر لے آیا مگر اذان خطبہ مسجد کے دروازے پر خطیب کے محاذ میں بدستور ہوتی رہی اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل اذان جمعہ وہی اذان خطبہ ہے جو خطیب کے محاذ میں ہوتی ہے پس اس اذان کو مسجد کے اندر منبر سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلہ پر جیسا کہ رواج ہو گیا ہے اس بنا پر کہلانا کہ یہ اذان

خطبہ مثل اقامت کے حاضرین کی اطلاع کیواسطے ہے اس اذان خطبہ کو اذان کی تعریف اور اذان کے احکام ہی سے خارج کرنا ہے کہ اذان کیواسطے اعلام غائبین ضروری ہے اور یہ جب ہی ہوسکیگا کہ یہ اذان خطبہ بھی فنائے مسجد میں بلند آواز سے مثل دیگر اذانوں کے کہی جائے البتہ اس اذان خطبہ میں ہمارے نزدیک یہ زائد ہے کہ بین یدی الخطیب یعنی خطیب کے محاذ میں ہو ولبس۔ باقی وہی احکام ہیں جو اور پنجوقتہ اذانوں کیواسطے ہیں

احکام اذان } فرض پنجگانہ کہ انھیں میں جمعہ بھی ہے۔ جب جماعت مستحبہ کیساتھ مسجد میں وقت پر ادا کئے جائیں تو انکے لئے اذان سنت موکدہ ہے اور اسکا حکم مثل واجب کے ہے کہ اگر اذان نہ کہی جاے تو وہاں کے سب لوگ گنہگار ہونگے سنت یہ ہے کہ اذان بلند جگہ کہی جاے اور بلند آواز سے کہے (بحر) مگر طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے (عالمگیری) اذان ماذنہ پر کہی جاے یا اور کہیں خارج مسجد اور مسجد میں اذان نہ کہے (خلاصہ عالمگیری) مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے (فتح القدیر طحطاوی علی مراقی الفلاح۔ فتاوی قاضیخاں فتاوی خلاصہ خزانۃ المفتیین۔ بحر الرائق۔ شرح نقایہ علامہ برجندی۔ غنیہ شرح منیہ) یہ حکم ہر اذان کے لئے ہے فقہ کی کتاب میں کوئی اذان اس حکم سے مستثنیٰ نہیں۔ بس اذان ثانی جمعہ بھی اس حکم میں داخل ہے امام اتقانی اور امام ابن الہمام نے یہ مسئلہ خاص باب جمعہ میں لکھا۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسجد میں اذان نہ کہنے کا یہ مطلب ہے کہ عین مسجد یعنی موضع صلاۃ میں اذان کہنا ممنوع ہے اور مسجد سے باہر ہونیکا یہ مطلب ہے کہ موضع صلاۃ سے باہر کسی جگہ فنائے مسجد میں ہو البتہ اذان خطبہ میں ہمارے نزدیک محاذات خطیب بھی سنت ہے لہذا موضع صلاۃ کے علاوہ ہر وہ جگہ جو فنائے مسجد میں محاذی منبر ہو محل اذان خطبہ ہے خواہ دروازہ ہو یا کوئی اور جگہ جو جگہ محل اذان ہو وہ جگہ مسجد بنانے سے پہلے سے بدستور اذان کیواسطے مستثنیٰ رہیگی یعنی جو جگہ پہلے سے اذان کے لئے مقرر تھی اگر اوسکے ارد گرد مسجد کی توسیع کرلی گئی اور وہ محل اذان اب موضع صلاۃ کے اندر آگیا تو اس محل میں اذان بلاکراہت جائز رہیگی اور صرف اتنی جگہ ہمیشہ خارج مسجد مثل سابق سمجھی جائیگی۔

مسجد کے اطلاق

مسجد کے دو اطلاق ہیں ایک موضع صلاۃ پس فصیلیں۔ دیواریں دروازہ سب اس معنی پر مسجد سے خارج ہیں اور اسکے توابع دوسرا چار دیواری مسجد معہ مافیہ یعنی وہ سب داخل مسجد ہیں۔ خود قرآن عظیم میں یہ دونوں محاورے موجود انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ یہ بنا پر موقوف نہیں دیکھو حدیث ترمذی و ابن ماجہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لھدمت صوامع وبیع وصلوٰت ومسٰجد۔ ہدم بنا ہی کے لئے ہے بلکہ یہاں تیسرا اطلاق اور ہے فنائے مسجد کو بھی مسجد کہتے ہیں ولہذا معتکف اس میں جا سکتا ہے اور اسوقت بھی وہ معتکف فی المسجد کہلائیگا ولہذا منارہ پر جو اذان ہو اسے یہی کہینگے چلو مسجد میں اذان ہوئی یہ کوئی نہیں کہتا کہ چلو مسجد کے باہر اذان ہوئی۔ بدائع پھر رد المحتار میں ہے لو صعد ای المعتکف المنارۃ لم یفسد بلا خلاف وان کان بابھا خارج المسجد لانھا منہ لانہ یمنع فیھا من کل ما یمنع فیہ من البول ونحوہ فاشبہ زاویۃ من زوایا المسجد۔

تنشیط الاذان کا اجمالی رد

(۱) فتوائے مبارکہ بریلی میں سوال دہم کے جواب میں صاف لکھا تھا کہ حضرات اہلسنت سے معروض الخ انبٹھی صاحب نے دس سوالوں کے جوابات پر تو خامہ فرسائی کی مگر گیارہ تا پندرہ پانچ سوالوں کو قطعی فروگزاشت گیا اگر انکو یہ سمجھکر چھوڑ دیا کہ انکے جوابات کا مطالبہ علمائے اہلسنت سے تھا تو ان دس سوالوں کے جوابات کا دکھنے کی بھی کیا ضرورت تھی سکوت ہی بہتر تھا کہ فتوائے مبارکہ بریلی میں دس سوالات کے جوابات بھی سنیوں کیواسطے تھے دس جوابات بے جوڑ لکھدیئے اور پانچ آخری سوالات کے جوابات سے پہلو تہی کرنیسے ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ان پانچ سوالات نے

انبیٹھی صاحب کے ہوش عـــه ان کر دیئے۔ ہر ذی علم جانتا ہے کہ یہ وہ سوالات ہیں جس میں مخالفین کے تمام شبہات کا پیشگی رد ہے انکے فرار کی سب گلیاں بند ہو جاتی ہیں اسی لئے دیدہ و دانستہ انکے جوابات سے مخالفین نے پہلو تہی اختیار کی ؛

(۲) سہارنپوری تحریر کے صفحہ ۲ لغایتہ ۹ میں یہ دعوٰی کیا گیا ہے کہ مسجد میں ہر اذان دینا جائز ہے خواہ وہ اذان پنجوقتہ ہو یا اذان خطبہ اور دلیل یہ پیش کی گئی ہے۔ کہ اذان ذکر اللہ ہے اور ذکر اللہ کا مسجد میں ہونا مکروہ نہیں۔ سنی بھائیو دیکھو یہ کیسا کھلا ہوا حنفیت سے مستعفی ہوتا ہے فتوای بریلی میں فقہائے کرام کے اقوال فقہ حنفی کی معتبر کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں جنمیں صاف صاف موجود ہے کہ مسجد کے اندر اذان نہ دیجائے۔ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ ایک ذرا سی بات سمجھ لینے کی یہ ہے کہ فتوائے بریلی میں صاف صریح حدیث اور مستند کتب فقہ حنفی کے حوالے مع نشان صفحہ و ترجمہ درج ہیں خدا انصاف دیتا تو اسکا جواب یہ تھا کہ حدیث کے مقابل ویسی ہی معتمد حدیث دکھاتے اور کتب فقہ کے مقابل ویسی ہی مستند کتب فقہ حنفی سے ثبوت پیش کرتے کہ مسجد میں اذان مکروہ نہیں یا صرف اسقدر ثابت کرتے کہ اذان خطبہ ان کتب فقہ کے حکم سے مستثنٰی ہے مگر اسکا کہیں پتہ نہیں محض سخن پروری سے ہر مخالف کام لے رہا ہے اور اذان پنجوقتہ اور اذان خطبہ کو بلا کسی دلیل کے فی جوف المسجد فقہائے کرام کے ارشادات کے خلاف جائز دیئے چلا جاتا ہے ہم انبیٹھی صاحب ہی سے دریافت کرتے ہیں کہ آپکی کتاب بھر میں یہ کن الفاظ کا ترجمہ ہے کہ مسجد میں بلند آواز کیساتھ اذان دینا بلا کراہت جائز ہے یہ وہم کہ اذان ذکر اللہ ہونیکی وجہ سے مسجد میں مکروہ نہیں لاعلمی پر مبنی ہے اذان کہ جسکے واسطے رفع صوت لازمی ہے اور جو غائبین کی اطلاع کیواسطے ایک خاص قسم کا اعلان ہی ہرگز ہرگز ذکر خالص نہیں امام عینی بنایہ میں تصریح فرماتے ہیں کہ اذان ذکر خالص نہیں اور ایسا ہی بحر الرائق و صلاۃ مسعودی میں ہے پس مسجد میں اذان سے منع ذکر سے منع نہیں بلکہ رفع صوت بذکر سے منع ہے اور اسکی ممانعت در مختار و مسلک متقسط و

عـــه یہی الفاظ انہوں نے بعینہٖ علمائے اہلسنت کی نسبت صفحہ ۲۹ سطر ۱۵ پر لکھے ہیں۔

براز یہ وغیرہ میں مصرح۔ اسی لیے مسجد میں اذان کہنا دربار الہی کی بے ادبی ہے مزید تفصیل دیکھنا ہو تو وقایة اهل السنة کا صفحہ ۶۸ تا ۷۶ ملاحظہ ہو۔ یہ یاد رہے کہ مسجد میں اذان نہ کہنے کا یہ مطلب ہے کہ موضع صلاۃ میں اذان نہ کہی جائے پس منارہ فصیل۔ دیوار مسجد۔ دروازہ پر اذان کہنا بلا کراہت جائز ہے۔

مسلمانو! مقام غور ہے کہ کیا معاذ اللہ فقہائے کرام جنکے ارشادات اوپر گذرے انبیٹھی صاحب سے علم میں کم تھے جو انھوں نے انبیٹھی صاحب کی پیش کردہ آیات قرآنیہ واحادیث پر غور وخوض کرکے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ بتا دیا اور یہ کہ چودھویں صدی میں یہ بات صرف انبیٹھی صاحب ہی کی سمجھ میں آئی کہ چونکہ مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اعلان حج پکارا گیا تھا پس مسجد کے اندر اذان بلا کراہت جائز ہو گئی کیا معاذ اللہ فقہائے کرام اس سے بے خبر تھے کہ اذان اعلی ترین ذکر اللہ ہے اور مساجد محل ذکر اللہ ہیں عام اس سے کہ اذان ہو یا نماز نہیں نہیں وہ ہرگز بے خبر نہیں تھے یہ آیات واحادیث انکے زیر نظر تھیں مگر بات وہی ہے جو ہم کہتے ہیں کہ فقہائے کرام اذان کو ذکر خالص نہیں مانتے اور اسی لئے ان آیات واحادیث کے حکم کے تحت مثل ذکر خالص کے اذان داخل نہیں مانتے اور بالاتفاق مسجد کے اندر اذان کہنے کی ممانعت فرما رہے ہیں طرہ یہ کہ انبیٹھی صاحب کے نزدیک فقہائے کرام آیات واحادیث سے محض بے خبر ہی نہیں ٹھہرتے بلکہ معاذ اللہ بڑے ظالم قرار پاتے ہیں کیونکہ انبیٹھی صاحب نے صفحہ ۵ پر آیۂ کریمہ ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان یذکر فیھا اسمه الایہ مسجد کے اندر اذان کہنے کو منع کرنیوالوں پر چسپاں کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی کرتی ہے کہ مساجد محل ذکر اللہ اور عبادات کی جگہ ہیں عام اس سے کہ اذان ہو یا نماز گویا کہ مسجد میں اذان کہنے کو منع کرنا ذکر اللہ سے منع کرنا ہے اور یہ بحکم قرآن عظیم سب سے بڑا ظلم ہے تو اس تقدیر پر معاذ اللہ توبہ توبہ خاک بدہن گستاخ فقہائے کرام جنھوں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ بتایا ہے سب سے بڑے ظالم ٹھہرے والعیاذ باللہ تعالیٰ سچ تو یہ ہے کہ فقہ کے لئے بہت بڑی سمجھ درکار ہے۔ انبیٹھی صاحب نے یہ خیال کیا

کہ مساجد کو ذکر سے روک دینے اور مساجد میں ذکر کو منع کرنے میں بین فرق ہے علاوہ اسکے اذان اعلام غائبین ہے بے آواز بلند کیے ناممکن تو مسجد میں اذان سے منع ذکر سے منع نہیں بلکہ رفع صوت بذکر سے منع ہے نیز اذان ذکر خالص نہیں پس موضع صلاۃ کیونکر مثل عبادات کے محل اذان ہو سکتا ہے۔

(۳) مسلمانو! فضلاے کرام کو انبیٹھی صاحب کا معاذ اللہ ظالم ٹھہرانا آیت وحدیث سے بے خبر سمجھنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ یہی انبیٹھی صاحب ملک الموت و شیطان کے علم کو نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے علم سے زیادہ بتا چکے ہیں۔ تھانوی صاحب نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جیسا علم ہر سور اور کتے کو بتایا۔ مولوی اسمعیل صاحب دہلوی نے نماز میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیال آنیکو بیل اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانیسے بدتر گردانا۔ گنگوہی صاحب نے اللہ واحد قہار سے وقوع کذب مانا۔ غرضکہ وہابیہ کے اکابر نے اللہ واحد قہار اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ وہ گھنونی توہینیں کیں کہ آخر کار علماے حرمین شریفین نے صاف صاف نام بنام فرمایا کہ یہ توہین کرنیوالے سب کے سب ایسے کافر ہیں کہ جو انکے ان اقوال کفریہ پر مطلع ہو کر اونکے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر۔ جن کے یہاں انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی یہ عزت وعظمت ہو کہ گاؤں کا مکھیا بنایا جائے انکے یہاں غلامان سرکار کی عزت وعظمت کا کیا ذکر۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاے کرام کے ارشادات لا یؤذن فی المسجد کے رد کرنے کے واسطے آیۂ کریمہ ومن اظلم کو بے موقع اور بے محل چسپاں کیا گیا ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

(۴) اذان کا مسئلہ ہمارے دین کا ایک فرعی مسئلہ ہے وہابیوں سے اسکا کیا تعلق ان کے عقائد اور ہمارے عقائد میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ بہت سی ضروریات دین کے منکر ہیں اور اس فرقۂ ضالہ کے رد میں اہل حق کے سیکڑوں رسالے شائع ہو چکے ہیں جو آجتک لاجواب ہیں مگر کوئی ان سے اتنا پوچھنے والا نہیں کہ آجتک انکے جوابات

کیوں نہ دیے بھلا سنیوں کے ایک فرعی مسئلہ میں ٹانگ اڑا دینا اور لاکھوں اعتراضات سے خاموشی اختیار کرنا کون سا انصاف ہے اچھا یہ بھی سہی وقایۃ اہل السنۃ تو خاص اس مسئلہ اذان میں مدتوں کا چھپ چکا ہے اسکے تین سو قاہر اعتراضات کے جوابات دینا پہلے ضروری تھا نہ کہ کانپوری تحریر کے اعتراضات الٹ پلٹ کر ایک جدید رسالہ کی شکل میں شائع کر دینا۔

انبٹھی صاحب اگر مسئلۂ اذان میں آپکو لب کشائی ہی کرنا تھی تو وقایۃ اہل السنۃ میں کانپوری تحریر کے جن جن اعتراضات کے جوابات ہو چکے تھے انکا اعادہ چہ معنی دارد اس رسالہ مبارکہ کے قاہر دلائل کے جوابات کا مطالبہ تو تمام دیوبندی خیالات کے لوگوں سے تھا پس انکے جوابات نہ دینے سے ہر منصف بے تامل کہہ سکتا ہے کہ وقایہ اہل السنۃ نے آپکے حواس باختہ کر دیے ہیں۔

تفصیلی رد

یہاں تک تو اجمالاً بحث تھی اب ہم میدان تفصیل میں سمند خامہ کی باگ موڑتے ہیں و باللہ التوفیق۔

قولہ دلیل اول:۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مقام ابراہیم جس جگہ حج کا اعلان کیا گیا تھا اور یہ کہ جس وقت اعلان پکارا گیا تھا وہ مقام مسجد الحرام شریف کے اندر تھا لہذا مسجد کے اندر اذان دینا بلا کراہت جائز ہی نہیں بلکہ سنت ابراہیمی ہے۔

انبٹھی صاحب۔ اولاً حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مقام ابراہیم ملصق بجدار کعبہ ہونیسے یہ کیونکر لازم آیا کہ وہ عہد ابراہیمی صلوات اللہ وسلامہ علی نبینا وعلیہ میں وقت اعلان حج بھی اسی جگہ تھا۔

ثانیاً:۔ تاریخ قطبی سے اس پر استناد کیونکر صحیح ہوا اسکے کون سے لفظ سے اسطرف اشارہ ہو سکتا ہے کیا رفع تعمیر کے لئے مقام کا وہاں لیجانا اس پر دلالت کرتا ہے؟ ہاں استناد تو جب صحیح تھا جبکہ اس تاریخ میں قرب لہ المقام کے بعد یہ بھی ہوتا کہ

حیسبلے سے وہ اب تک وہیں رہا اور عہد ابراہیمی میں وہاں سے نہ ہٹایا گیا۔ وقت اعلان متصل
بیدار کعبہ رکھا تھا۔ کیا تاریخ قبطی میں کہیں اسکی تصریح ہے۔

ثالثاً۔ اگر یہ مان بھی لیں تو وہ شریعت ابراہیمی تھی اسمیں اذان فی المسجد جائز سہی
مگر شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیہ میں مکروہ تحریمی ہے کیا شرائع من قبلنا ہم پر
حجت ہو سکتی ہے۔

رابعاً۔ روایت قیام ابراہیم علیہ السلام بنی اسرائیل سے مروی ہے حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ ان سے اخذ فرمایا کرتے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ
تعالی وجہہ سے اسکی مخالف روایت صحیحہ موجود ہے اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ حضرت
علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم بنی اسرائیل سے اخذ روایت نہ فرمایا کرتے تھے تو یہ
یقیناً حضور پر نور نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم سے مسموع ہوا دیکھو قال علی ابن ابی طالب
رضی اللہ تعالی عنہ لما فرغ ابراھیم من بنائہ بعث اللہ جبرئیل فحج بہ حتی اذا
رای عرفۃ قال قد عرفت وکان اتاھا قبل ذلک مرۃ فلذلک سمیت عرفۃ حتی
اذا کان یوم النحر عرض لہ الشیطان فقال احصبہ فحصبہ بسبع حصیات ثم الیوم الثانی والثالث
فلما کان یوم الثالث عرض علیہ ... قال اعل علی ثبیر فعلاہ فنادی یاعباد اللہ اجیبوا اللہ
اطیعوا اللہ فسمع دعوتہ من بین الابحر السبع مولی مشکلکشا نے فرمایا کہ جب
حضرت ابراہیم علیہ السلام بنائے کعبہ سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالے نے جبرئیل علیہ السلام
کو مبعوث فرمایا انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کیساتھ حج کیا یہانتک کہ جب
عرفہ دیکھا تو فرمایا میں نے پہچانا اور وہ اس سے پہلے ایک دفعہ عرفہ میں تشریف
لائے تھے اور اسی لئے عرفہ کا نام عرفہ رکھا گیا۔ جب قربانی کا دن آیا تو حضرت ابراہیم علیہ
السلام کے سامنے شیطان آیا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی کہ اسے کنکریاں ماریے
حضرت خلیل علیہ السلام نے سات کنکریاں ماریں پھر دوسرے تیسرے روز بھی یہی
ہوا اسی لئے رمی جمار ہوئی اسکے بعد جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی اس پہاڑ ثبیرہ پر تشریف
لیجائیں حضرت خلیل علیہ الصلاۃ والسلام اس پر تشریف لے گئے اور ندا فرمائی کہ اے اللہ
کے بندوں اللہ کی دعوت قبول کرو اور اسکی بندگی بجالاؤ اس ندا کو سات سمندر پیچ

سب نے سنا روی عبد الرزاق وغیرہ عن معمر قال قال ابن المسیب قال علی بن ابی طالب لما فرغ ابراهیم من بنائه الخ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مزدلفہ کے پہاڑ ثبیرہ پر اعلان حج فرمایا۔

خامساً۔ خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف روایتیں مروی ہیں کسی میں ہے کہ مقام پر اعلان حج فرمایا کسی میں ہے کہ جبل ابوقبیس پر بعض روایات میں صفا پر تو ایک روایت معتبرہ صحیحہ مرویہ عن الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہوتے چند آثار مختلفہ مضطربہ سے ایک اثر لیکر اس سے استدلال کسی عاقل کے نزدیک قابل قبول نہیں ہو سکتا۔

ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اعلان حج مسجد الحرام شریف کے باہر مقام ابراہیم پر پکارا گیا ازرقی نے اس روایت کی تخریج ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کی ہے کہ عبد اللہ ابن سلام سے میں نے پوچھا اس نشان سے جو مقام میں ہے انھوں نے کہا کہ جب امر فرمایا اللہ جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وہ اعلان کریں حج کا لوگوں میں تو وہ کھڑے ہوئے مقام پر پھر جب فارغ ہوئے تو انھوں نے حکم کیا متعلق مقام پس وہ رکھدیا گیا جانب قبلہ تو اسکی جانب نماز پڑھتے تھے سامنے دروازہ

قولہ دلیل دوم وسوم - حاصل ان دونوں دلیلوں کا یہ ہے کہ مساجد محل ذکر اللہ اور عبادات کیجگہ ہیں عام اس سے کہ اذان ہو یا نماز پس اذان مساجد میں مکروہ نہوگی۔ دوسری دلیل کے تحت تین آیات قرآنیہ لکھیں اور تیسری دلیل میں ایک حدیث باختلاف روایت دو کتابوں سے تحریر کی جن سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ مساجد محل ذکر اللہ ہیں یہ کہیں بھی نہیں کہ مساجد محل اذان ہیں اور نہ ان آیات میں کوئی ایسا لفظ ہے جسکے یہ معنی یا مطلب ہو کہ اذان خالص ذکر الٰہی ہے پس انبیٹھی صاحب کا اذان کو مسجد میں جائز ٹھہرانا قرآن عظیم پر افترا ہے مساجد بیشک محل ذکر اللہ ہیں مگر جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں اذان ہرگز خالص ذکر الٰہی نہیں۔ بنایہ امام عینی میں ہے فان قلت الاذان ذکر فکیف تقول انه شبه الذکر وشبه الشئ غیره قلت هو لیس بذکر خالص علی

مالا یخفی وانما المطلق اسم الذکر علیہ باعتبار الکثر الفاظہ ذکر کما ھو الیسی ہی اکثر کتب فقہ معتمدہ مثلاً بحر الرائق وغیرہ میں ہے اذان کی ممانعت مسجد میں ممانعت رفع صوت بالذکر فی المسجد ہے نہ منع الذکر کیا جس شخص نے ایک وقت ایک جگہ ایک جلسہ میں چند اشخاص کو قرآن عظیم بالجہر پڑھنے کو منع کیا وہ مانع عن ذکر اللہ اور ان وعیدوں کا مستحق ہے کیا اسکا یہ فعل منع الذکر ٹھہریگا کیا منع قرأت بالجہر سے منع قرأت ہوگا۔

مصرعہ:۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

قولہ دلیل چہارم اس دلیل کے تحت جو عبارت غنیہ شرح منیہ کی پیش کیگئی ہے وہ خود انبیٹھی صاحب کا الٹا رد کر رہی ہے فما کان فیہ نوع عبادۃ ولیس فیہ اھانۃ ولا تلویث لا یکرہ والا کرہ کا ترجمہ انبیٹھی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ پس جس فعل میں کسی نوع کی عبادت ہو اور اس میں مسجد کی اہانت اور تلویث نہ ہو تو وہ فعل مکروہ نہوگا ورنہ مکروہ ہوگا چونکہ عرف میں دربار کے اندر حاضری پکارنا بے ادبی ہے پس اس امر امتہان کے عارض ہونیکی وجہ سے غنیہ کی اس عبارت سے اذان کی مسجد میں ممانعت صاف ظاہر ہے کہ اذان میں رفع صوت ضروری اور مسجد میں رفع صوت مکروہ ہے بلکہ رفع صوت بالذکر الخالص بھی مسجد میں مکروہ ہے کما فی الدر المختار ورد المحتار والاشباہ وغیرھا من معتمدات الاسفار اور اذان تو ذکر خالص بھی نہیں کما صرح بہ الامام العینی فی البنایۃ شرح الھدایۃ تو اوسمیں رفع صوت بدرجہ اولی مکروہ ٹھہرا۔

انبیٹھی صاحب نے جو کچھ رفع صوت کے متعلق لکھا وہ غلط اور مضر مدعا ہے رفع صوت کی دو حالتیں بتائیں اور ماتحت شقوں پر نظر نکی ہم سے سنئے رفع صوت یا بذکر یا ایسے کلمات سے جو ذکر خالص نہیں یہ تین صورتیں ہیں پہلی کی دو صورتیں ہیں یا اس ذکر میں رفع صوت محمود مطلوب شرع ہے یا نہیں اگر ہے تو حسب ضرورت رفع کیا جائیگا ضرورت سے زیادہ رفع کرنا مکروہ ہوگا جیسا کہ عبارت درمختار منقولہ انبیٹھی صاحب ما تعارف فی زماننا فلا یمنع انہ مفسد اذ الصیاح ملحق بالکلام سے ظاہر اور مقتضائے

عقل بھی یہی ہے اور اگر نہیں تو رفع صوت کا ممنوع و مکروہ ہونا ظاہر دوسری کا بھی ناجائز و ممنوع ہونا خود روشن تیسری بعض وہ جو خالص نہیں اسکا بھی مسجد میں رفع جائز نہیں بلکہ جہاں رفع صوت مطلوب شرعی ہے وہاں بھی ضرورت سے زائد مکروہ ہے تو وہ ذکر جسکی صورت ذکر ہے اور حقیقت شرعاً و عرفاً ہر طرح اعلام ہے ہرگز ذکر خالص نہیں اسکا مسجد میں بلند آواز سے ہونا کیونکر مکروہ نہ ہوگا۔ ہر شخص جسکے سر میں دماغ اور دماغ میں ذرا سی عقل جسکے منہ پر آنکھ اور کان ہیں وہ سمجھتا دیکھتا سنتا ہے کہ اذان درحقیقت اعلام ہے۔ شرع میں اسے اعلام فرمایا۔ عرف اسے اعلام جانتا ہے ہرگز ذکر خالص نہیں جانتا تو اسکا مسجد یعنی موضع صلاۃ جسکی بنا ذکر خالص اللہ عزوجل کیلئے ہے اسمیں ہونا اور بلند آواز سے ہونا کیوں مکروہ نہ ہوگا۔ فقہا کی تصریحات موجود اور حدیث سے محل اذان کا پتہ معلوم و مشہور۔ عرف میں اعلام کا بلند جگہ اور دربار سے باہر ہونا ہی معروف اور حاضری کا بر سر دربار پکارنا عرفاً سخت قابل سرزنش اور نہایت معیوب تو فقہ و حدیث و عرف سب کو پس پشت ڈالنا اور وہ عبارتیں جو خود اپنے مدعا کا رد کر رہی ہیں نقل کر لانا اور یہ کہدینا کہ اذان کا مسجد میں یعنی اس جگہ جو نماز کے لئے موضوع ہے ہونا جائز ہے اور اذان کا جو ذکر خالص نہیں اذکار خالصہ خطبہ و قراءت وغیرہ پر قیاس کرنا جیسا کچھ ہے ہر عقلمند پر ظاہر ہے اقامت اعلام حاضرین کے لئے ہے اور اذان اعلام غائبین کے لئے۔ اعلام حاضرین بر سر دربار ہی ہوتا ہے وہ دربار سے باہر نکلکر اگر کوئی کرے تو احمق سمجھا جائے اور اذان اعلام غائبین ہے یعنی حاضری پکارنا اگر ایسا اعلام خود دربار میں کوئی کھڑے ہو کر کرے مجرم سمجھا جائے الفاظ ایک سے دیکھکر اگر کوئی اس اعلام کو جو دربار سے باہر کرنیکا تھا اس اس اعلام کی طرح جو دربار کے اندر کرنیکا ہے دربار کے اندر اسے کرے یا اسکا کرنا جائز جانے ہر سمجھ وال کے نزدیک مجرم و بدتمیز ٹھہریگا انبیٹھی صاحب کیا کسی حدیث یا معتمد کتاب فقہ سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اذان ثانی جمعہ اعلام غائبین کے لئے نہیں بلکہ اعلام حاضرین کے لئے ہے اور عجب کہ حاضرین کے لئے اعلام پر اعلام کی حاجت ہو اور غائبین کے لئے صرف ایک اعلام کافی ہو۔ للہ الانصاف۔ حضرت سیدنا عثمن غنی رضی

اللہ تعالیٰ عنہ نے تو اعلام غائبین کے لئے اس اذان جمعہ سے پہلے ایک اذان اور زائد فرمائی حضرت کا مدعا اس سے یہ تھا کہ ایک اعلام لوگوں کی کثرت کی بنا پر شاید کافی نہ ہو تو اس لئے ایک اذان زوراء پر اور زائد فرمائی کہ زوراء کے قریب کے لوگ اس اذان سے اطلاع پائیں اور مسجد شریف کے لوگ اس اذان سے جو وقت خطبہ عہد سرکار رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیہ سے ہی اعلام غائبین کے لئے تھی سوچو تو سہی کہ اذان خطبہ عہد پاک میں غائبین کے لئے رہے حضرت عثمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُسے اعلام غائبین ہی جانیں اُسے اسکی محل پر رکھیں پھر وہ کون ایسا ہے جو اذان خطبہ کی حقیقت باطل کر کے جس لئے وہ شرعاً موضع تھی اس سے برگراں کرکے اسے ایک دوسری حقیقت پہنادے۔

انبیٹھی صاحب کا یہ لکھنا کہ اگر رفع صوت بالاذان کو مکروہ اور بے ادبی مسجد کی قرار دیجائیگی تو سب سے پہلے یہ بے ادبی حضرت خلیل اللہ صلوات اللہ علیہ وسلام کر چکے ہیں الخ سرتاپا غلط ہے انبیٹھی صاحب کو معلوم نہیں کہ شرائع من قبلنا ہم پر حجت نہیں علاوہ اسکے اسکا کیا ثبوت ہے کہ وہ پتھر وقت اعلان حج عہد نورانیت مہد حضرت خلیل جلیل علیہ الصلاۃ والسلام میں مسجد الحرام کے اندر تھا اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ مسجد الحرام کے اندر تھا تو اسکا کیا ثبوت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی مقام ہی پر اذان دی اسکے متعلق ہم کافی بحث دلیل اول میں کر چکے ہیں اور کہے دیتے ہیں کہ قیامت تک اسکا ثبوت کوئی نہ لاسکیگا۔

انبیٹھی صاحب کا یہ لکھنا کہ پھر بلال بھی یہ بے ادبی کرتے رہے کوئی تعجب خیز بات نہیں جبکہ بلا ثبوت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور جبرئیل علیہ السلام کو معاذ اللہ بے ادب بتایا گیا تو حضرت بلال اب کس گنتی میں ہیں۔ انبیٹھی صاحب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام و جبرئیل علیہ السلام کو بے ادب ٹھہرانے سے قبل جس طرح یہ ثابت کرنا لازمی تھا کہ اعلان حج یقیناً اس پتھر پر پکارا گیا اور جبوقت اعلان پکارا گیا تھا اسوقت وہ پتھر مسجد الحرام کے اندر تھا اسیطرح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے ادب لکھنے سے قبل یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور پر نور سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں یہ

اذان فی جوف المسجد ہوئی۔

قولہ دلیل پنجم ۔ صفحہ ۹ پر اس دلیل کے تحت یہ بیان کیا گیا ہے کہ اذان خطبہ مثل اقامت ہے یہ سب کو مسلم ہے کہ زمانۂ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف ایک ہی اذان تھی اور وہ اذان خطبہ تھی جواب اذان ثانی جمعہ کے نام سے مشہور ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمانۂ اقدس میں اعلام غائبین کیواسطے یہی اذان خطبہ تھی کیونکہ اگر اس اذان خطبہ کو اعلام حاضرین کیواسطے مثل اقامت مانا جائیگا جیسا کہ ابتھی صاحب نے لکھا ہے تو یہ ماننا پڑیگا کہ جمعہ کیدن جمعہ کی نماز کیواسطے زمانۂ اقدس میں اعلام غائبین مفقود تھا اور یہ نہ مانیگا مگر وہ جسکو حدیث و فقہ پہ نظر نہیں۔ ہم ہدایہ و کافی و تبیین وغایہ و بحر و درمختار وغیرہا کے حوالہ سے پہلے ہی ثابت کر چکے کہ جمعہ کی اذان ثانی بھی غائبین کی اطلاع کو ہے لہذا خطبہ کیوقت دوبارہ کہنا مفید ہے کہ شاید پہلی اذان بعض غائبین نے نہ سنی ہو تو اب سن لینگے۔ پس کتب فقہ کی اس صراحت کے ہوتے ہوئے مولوی عبدالحی صاحب کی سعایہ شرح شرح وقایہ کا دامن پکڑنا اور اذان خطبہ کو اعلام حاضرین کیواسطے مثل اقامت بتانا بالکل بے سود ہے۔ کیا انبتھی صاحب نے فتوائے مبارکہ بریلی میں نہ دیکھا کہ یہی مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۰۹ میں اذان خطبہ کو مسجد کے باہر ہونا ہی سنت کہتے ہیں۔

مسلما تو! یہ کونسا انصاف ہے کہ انبتھی صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب سے اذان خطبہ کا اعلام حاضرین ہونا تو نقل کیا مگر انکا دوسرا قول جو اذان خطبہ کو مسجد کے باہر ہونا ہی سنت بتاتا ہے چھوڑ دیا کیا مولوی عبدالحی صاحب کے کالاقامۃ لکھنے سے اذان خطبہ کا داخل مسجد ہونا معلوم ہوا کاف تشبیہ دیکھکر یہ مضمون سمجھ میں آگیا کیا کوئی شخص زید کالاسد کہے تو اسکے یہ معنی ہیں کہ زید ہاتھ پاؤں ناک کان تمام خصائل و عادات و اوضاع و اطوار میں شیر کی مثل ہے؟

صفحہ ۱۰ تا ۱۲ میں انبتھی صاحب نے کانپوری تحریر کے اعتراضات کا اعادہ کرتے ہوئے بین یدیہ اور عند کی بحث کو چھیڑا ہے اور ان الفاظ کے یہ معنی و مطلب نکالے ہیں۔ کہ

اذان خطبہ مسجد کے اندر خطیب سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلہ پر ہو جیسا کہ رواج ہو گیا ہے اور اسی کو امر متوارث بتایا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ اذان خطبہ کا خطیب کے سامنے یا منبر کے سامنے یا امام و منبر کے قریب ہونا امر متوارث ہے۔ وقایۃ اھل السنتہ کے صفحہ ۳۴۴ تا ۵۰۰ میں اسکے متعلق کافی بحث موجود ہے اور اسمیں آیات قرآنیہ۔ کلمات علما تصریحات فقہا محاورات عرب سے ثابت کیا جاچکا ہے کہ بین یدیہ اور عند کچھ اتصال ہی سے خاص نہیں انکا مفاد محاذات و حضور ہے متصل ہو یا منفصل و لہذا قریب و بعید دونوں میں استعمال ہوتا ہے پس بین یدی الخطیب و عند المنبر کے صرف یہ معنی ہوئے کہ خطیب کے محاذی یا منبر کے محاذی ہو ان الفاظ سے متصلاً بالخطیب سمجھ لینا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جبکہ سنن ابوداود شریف کی حدیث میں علی باب المسجد موجود ہے جو صریح ایسے معنی سمجھنے کا رد ہے۔ بین یدیہ اور عند کی بحث کیواسطے وقایۃ اہل السنتہ کے علاوہ نفی العار۔ سلامت اللہ لاہل السنتہ۔ مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ۔ سد الفرار۔ مقتل کذب وکید۔ مقتل اکذب اجہل رسائل بھی ملاحظہ ہوں۔ انہیں توارث کے متعلق بھی مخالفین کے اوہام باطلہ کا کافی ازالہ ہے ان عبارتوں میں بین یدی الخطیب و عند المنبر وغیرہ ہرگز ہرگز محل اذان کو بیان نہیں کرتے بلکہ مؤذن کی سمت معین کرتے ہیں کہ خطیب کے سامنے یعنی محاذ میں منبر کے مقابل ہو دہنے بائیں پیچھے نہو لیس انبٹھی صاحب کا یہ کہنا کہ فقہانے جو اذان جمعہ ثانی کے محل کو بیان کیا ہے سے آخر بحث تک بالکل غلط اور فقہائے کرام پر افترا ہے "

صفحہ ۹ و ۱۰ پر جتنی بھی عبارتیں ہیں انمیں سے کسی میں بھی کوئی لفظ ایسا نہیں جسکا یہ ترجمہ یا مطلب ہو کہ اذان مسجد کے اندر دیجائے۔ فی جوف المسجد درکنار فی المسجد تک نہیں لیس انبٹھی صاحب کا یہ لکھنا کہ میرے نزدیک کوئی عاقل منصف ان تعبیرات کے مدلولات کو دیکھکر اسمیں ہرگز بھی تردد نہیں کر سکتا کہ مراد ان سے یہ ہے کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر ہونا چاہیئے محض بے بنیاد ہے۔ ہر وہ شخص جسکے دو آنکھیں ہیں اگر ایمان و عقل سے کچھ بھی واسطہ رکھتا ہے ان عبارتوں کو پڑھکر فوراً پکار اٹھے گا کہ انمیں

بین یدیہ اور عند ہے جسکے معنی امام و منبر کے مقابل و حضور ہیں انہیں فی جوف المسجد نہیں جسکے یہ معنی ہوں کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر ہونا چاہئے آیندہ ہم ہر ایک عبارت پر علیحدہ علیحدہ بحث کرینگے۔ اچھا انبٹھی صاحب یہ تو بتلایئے کہ ان عبارتوں میں مسجد کے اندر کون سے لفظ کا ترجمہ ہے یا کون سے لفظ کی مراد یا مطلب ہے بین یدیہ اور عند کے معنی مسجد کے اندر کونسی لغت میں لکھے ہیں۔ اور جب ایسا نہیں ہے اور یقیناً ان عبارتوں میں کوئی بھی لفظ ایسا نہیں ہے جسکے معنی مسجد کے اندر ہوں تو بیشک اس قسم کے غلط معنی و مراد بتانیسے اتباع شرع و رضاء حق حاصل نہیں ہوسکتی جو مسلمان کا مقصود و مطلوب ہے۔

اہل حق نے بین یدیہ اور عند کا مفاد یعنی محاذات و حضور آیات قرآنیہ و محاورات عرب و کلمات علما و تصریحات فقہا سے بتایا اسکو انبٹھی صاحب نے صفحہ ا پر اہل حق کا ان الفاظ کی تاویلات بعیدہ کرنا ان کے ظاہری معنی اور مدلول سے بلا دلیل پھیرنا ٹھہرایا مگر یہ سب کچھ بلا دلیل اور جب حافظہ نباشد کی ٹھہری تو آپ ہی ہمارے بیان کردہ مفاد کو اپنی اس تحریر کے صفحہ ۹ پر خود تسلیم کیا کہ امام سے قرب و بعد کو کراہت میں دخل نہیں اور اس سے پہلے کہا کہ دہلی اور سہارنپور کی جوامع میں اکثر جگہ اذان خطبہ منبر سے بیس ذراع سے زائد ہی فاصلہ پر ہوتی ہے گویا انبٹھی صاحب کو خود تسلیم ہے کہ اذان خطبہ کا بیس بلکہ اس سے زائد ذراع کے فاصلہ پر ہونا جائز ہے امام سے قرب و بعد کو کراہت میں کوئی دخل نہیں۔

مسلمانو! ایمان لگتی کہنا ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ بین یدیہ اور عند سے یہ مراد کہ اذان خطبہ منبر سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلہ پر ہو جیسا کہ رواج ہو گیا ہے اور جسکو امر توارث بتلایا جاتا ہے محض غلط ہے۔ منبر سے متصل ہو یا منفصل بین یدیہ اور عند دونوں پر صادق آتا ہے کہ انکا مفاد محاذات و حضور ہے نہ قرب و بعد۔ مگر چونکہ فضلائے کرام نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ بتایا ہے اور ہم یہ بھی ظاہر کر آئے کہ مسجد کے اندر اذان دینا دربار الٰہی کی بے ادبی ہے اور سنن ابوداؤد شریف کی حدیث سے یہ ثابت ہے کہ اذان خطبہ

دروازہ مسجد پر ہوتی تھی پس اذان خطبہ فنائے مسجد میں خطیب کے محاذی ہو خواہ دروازہ ہو یا کوئی اور جگہ ۔ اب ہماری اس روشن تقریر کو پڑھکر ہر منصف اس نتیجہ پر پہنچیگا کہ بین یدیہ اور عند کے جو معنی اہل حق نے بیان کئے ہیں وہ بالکل صحیح و درست ہیں اور انبیٹھی صاحب نے ان الفاظ کا ترجمہ منبر کے نزدیک یا امام و منبر کے قریب جو کیا ہے کہ صرف ہاتھ یا دو ہاتھ کا فاصلہ ہو وہ خود انبیٹھی صاحب کی صفحہ ۲۹ والی عبارت سے باطل ہوتا ہے صفحہ ۲۹ پر تو وہ وسعت مانی کہ اگر امام و خطیب سے اذان خطبہ بیس بلکہ اس سے زائد ذراع کے فاصلہ پر ہو تب بھی بین یدیہ اور عند کے منافی نہیں اور یہاں یہ تنگ نظری دکھائی کہ بین یدیہ اور عند کے معنی امام و منبر سے ایسا قریب کہ صرف ہاتھ یا دو ہاتھ کا فاصلہ ہو نہ سمجھنا اتباع شرع ورضاء حق سے دور ہونا ہے لغرض باطل اگر بین یدیہ اور عند کے معنی یہی مان لیں کہ منبر سے صرف ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلہ پر اذان ہو ورنہ اتباع شرع ورضاء حق رخصت ہو جو مسلمان کا مقصود و مطلوب ہے تو انبیٹھی صاحب خود صفحہ ۲۹ پر امام سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر اذان خطبہ کا ہونا جائز بتا کر اپنے منہ اتباع شرع ورضاء حق سے دور جا پڑے ۔

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا وہ الزام ہمکو دیتے تھے قصور اونکا نکل آیا

انبیٹھی صاحب نے سات عبارتیں اس امر کے ثبوت میں پیش ...کی ... ہیں کہ محل اذان خطبہ منبر سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلہ پر ہے جیسا کہ اس زمانہ میں رواج ہو گیا ہے ہر ذلیعقل جو تھوڑی سی بھی عربی جانتا ہو خود بتا سکتا ہے کہ پہلی اور دوسری اور ساتویں عبارت میں بین یدیہ آیا ہے جسکی تشریح ہم اوپر کر چکے کہ امام کے محاذات میں اذان خطبہ ہو ۔ اب رہا یہ امر کہ موضع صلوات میں ہو یا فنائے مسجد میں ہو سو فقہائے کرام کے ارشادات اوپر گذرے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے پس محل اذان خطبہ وہ جگہ ہوئی جو فنائے مسجد میں امام و منبر کے محاذی ہو خواہ وہ دروازہ ہو یا سارہ یا خالی زمین اب جو لوگ امام سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلے پر موضع صلاۃ میں خطیب کے سامنے اذان خطبہ کہتے ہیں وہ ..... بین یدیہ کی تعمیل تو کرتے ہیں مگر لا یوذن فی المسجد سے عدول

حکم کرتے ہیں ہاں اگر اذان خطبہ فنائے مسجد میں خطیب کے مقابل دیجائے تو بین یدیہ اور لا یوذن فی المسجد دونوں کی تعمیل ہو جائیگی مقام غور ہے کہ جب انبیٹھی صاحب کو یہ تسلیم ہے کہ اذان خطبہ امام سے ہیں بلکہ اس سے زائد ذراع کے فاصلہ پر ہو تو کچھ حرج نہیں اور فنائے مسجد میں اذان کے مکروہ ہونیکا کوئی ثبوت نہیں تو دروازہ مسجد پر یا فنائے مسجد میں کسی اور جگہ علمائے اہلسنت کے ارشاد کے مطابق خطیب کے مقابل جو شخص اذان خطبہ پکارے وہ علمائے اہلسنت اور انبیٹھی صاحب دونوں کے نزدیک شرع مطہرہ کی پابندی کر رہا ہے برخلاف اسکے اگر وہ موضع صلاۃ یعنی عین مسجد میں اذان خطبہ پکارے تو علمائے اہل سنت کے نزدیک لا یؤذن فی المسجد کی خلاف ورزی کرنیکی بنا پر شریعت کے حکم کے خلاف عمل کرتا ہے تو اب ہر صاحب عقل یہی کہیگا کہ اذان خطبہ فنائے مسجد میں خطیب کے محاذات میں دیجائے کہ یہ دونوں فریق کے نزدیک مکروہ نہیں بلکہ ایک فریق کی تحقیق کے بموجب یہی سنت ہے۔

چوتھی اور پانچویں اور چھٹی عبارت میں عند ہے اور اسکا مفاد بھی محاذات اور حضور ہے اور یہ خود انبیٹھی صاحب کو بھی تسلیم ہے جیساکہ اوپر بیان ہو چکا پس ان عبارات میں سے کسی عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر ہو یا امام سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلہ پر ہو یا تیسری عبارت میں علی ہے اولاً خبا یا علی بمعنی عند تو مجاز ہے اور بمعنی لزوم حقیقت ہے اصول امام شمس الائمہ پھر کشف امام بخاری میں ہے اما علی فلا لزام باعتبار اصل الوضع تحریر امام ابن الہمام و تقریر امام ابن امیر الحاج میں ہے وھو ای اللزوم ھو المعنی الحقیقی رضی شرح کافیہ میں ہے منہ مر علی اسم اللہ تعالیٰ ای ملزما اللہ عزوجل فرماتا ہے فجاءتہ احدھما تمشی علی استحیاء ای ملازمۃ للحیاء اور شک نہیں کہ یہ اذان اگرچہ باہر ہے ہمیشہ لازم و ملازم منبر ہے تو علی اپنے معنی حقیقی پر ہے ثانیا کیا علی بمعنی مصاحبت نہیں اتقان شریف میں ہے علی حرف جر لہ معان ثانیھا المصاحبۃ کمع نحو واتی المال علی حبہ ای مع حبہ وان ربک لذو مغفرۃ للناس علی ظلمھم حدیث میں ہے زکاۃ الفطر علی کل حر و عبد نہایہ میں ہے

قیل علی انما بمعنی مع لان العبد لا تجب علیہ الفطرۃ وانما تجب علی سیدہ
قاموس میں ہے والمصاحبۃ کمع والی المال علی حبہ جمل علی الجلا لین میں زیر
قولہ تعالی وتمشی علی استحیاء ہے۔ علی بمعنی مع ای مع استحیاء کیا اس اذان اور
منبر کا ساتھ نہیں کیا دونوں کا وقت ایک نہیں۔ ثالثاً اللہ عزوجل فرماتاہے واتبعوا
ماتتلوا الشیطین علی ملک سلیمن اتقان وفتوحات میں ہے۔ ای فی زمن ملکہ
مدارک شریف میں ہے ای علی عہد ملکہ وفی زمانہ تو یوہین علی المنبر یعنی بوقت منبر
کیا ممکن نہیں۔ بفرض باطل علی المنبر کا ترجمہ وہی مان لیا جائے جو ایمٹی صاحب نے لکھا
ہے کہ منبر پر تو کیا اذان خطیب کی چھاتی سے چھاتی ملاکر ہی جائے علاوہ اسکے علی
المنبر سے مراد عند المنبر لیجائے جب بھی ہمارے کیا مضر ہے یہ عند المنبر صرف پتہ ہے
اور ائمہ کا ارشاد لا یؤذن فی المسجد صریح حکم ہے اعتبار۔ حکم کا ہے نہ پتہ کا شرح صحیح
مسلم پھر علامہ طاہر نے مجمع بحار الانوار میں فرمایا۔ ان العلامۃ تکون بحرام وبمباح پتہ
جائز و ناجائز دونوں طرح کی باتوں سے دیا جاتا ہے کسی مجمع میں اگر بادشاہ وامراء جمع
ہوں اور کوئی ناواقف کسی عالم سے پوچھے انمیں بادشاہ کون ہے جسکی اطاعت فرض
ہے عالم فرمائے وہ جسکے سر پر سونے کا تاج ہے تو کیا وہ حکم کر رہا ہے کہ اسے سونا پہننا
جائز ہے علماء حکم بتاچکے کہ مسجد میں اذان ممنوع ہے پھر بھی پتہ کچھ ہو۔

ساتویں عبارت نے تو خود بین یدیہ کی تصریح کر دی کہ یدین سے مراد دو جہت مقابل
ہیں کہ دونوں بازوؤں کی سمت پر ہیں اور چونکہ یہ دونوں جہتیں جو بازوؤں کی سمت پر
چلی گئیں ہیں عرش بریں کے منتہی تک محدود نہیں اسلئے قریباً منہ سے قید قرب لگائی
گئی یعنی بتایا گیا کہ بین یدیہ قریب و بعید دونوں کا محتمل تھا تو قریباً نہ سے اسکی تفسیر کرنی
پڑی پھر قرب خود وسعت وسیع رکھتا ہے جہاں تک نظر پہنچے سب قریب ہے کہ قرب
شرط عادی الصار ہے کیا قریب کے معنی متصل کے ہیں کیا قرب امر اضافی نہیں کیا ہر
عالم مشاہد قرب نہیں کیا رب العزت نے خود قیامت کو قریب فرمایا اقترب الساعۃ
وانشق القمر بلکہ حساب وکتاب قیامت کو قریب فرمایا اقترب للناس حسابھم وھ

معاذ اللہ غلط ہے جب بحکم تصریحات فقہا کرام معتمدین مذہب مسجد میں اذان ممنوع ہے اور حدود مسجد سے خارج اذان عقلاً بھی ممنوع تو ثابت ہوا کہ قریباً منہ کے یہ معنی ہیں کہ اذان مسجد میں نہ ہوجائے مگر خارج مسجد یہاں بین یدیہ اور عند اور قریب سب اسی قرب پر دلالت کر رہے ہیں جو شرعاً وعرفاً حق موذن ہے یعنی لب محن مسجد جامع الرموز کی اس عبارت کے متعلق اگر تفصیل دیکھنا ہے تو امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رسالہ الشمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر ملاحظہ ہو یہ رسالہ مبارکہ عربی زبان میں ہے جس پر سترہ علمائے مکہ معظمہ کی تصدیق ہے کہ اذان خطبہ فنائے مسجد میں ہونا چاہئے۔ مسجد کے اندر مکروہ ہے۔ قاضی القضاۃ حضرت مولینا عبد اللہ سراج اس رسالہ کی تصدیق میں فرماتے ہیں کہ باطل ہے تمسک مخاصمین کا فعل اہل مسجد حرام سے بوجہ غفلت کے انکے حقیقت حال کے اور نسبت ارتکاب مکابرہ اور جدال کے ....کیونکہ موذن مسجد حرام میں اذان خطبہ دیتا ہے چاہ زمزم پر کنارہ مطاف کے سامنے امام کے اور ایسے ہی مسجد نبوی میں اذان ہوتی ہے دکہ مخصوصہ پر اور وہ کہ منبر پر جواب دیتا ہے کلمہ کلمہ کا واسطے ادائے سنت اجابت کے اور ان دونوں پر صادق نہیں آتا مسجد بمعنی اول جو کہ محل خلاف ہے تو انکے لئے کوئی حجت نہیں ہے۔ اھ

مسلمانو۔ دیکھو کیسا کیسا صاف فرماتے ہیں کہ جو لوگ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی اذان سے دلیل پکڑتے ہیں وہ حقیقت حال سے بے خبر ہیں کیونکہ ان دونوں جگہ اذان خطبہ کے اطلاق اول کی بنا پر خارج مسجد ہوتی ہے۔

انبیٹھی صاحب کا یہ فرمانا کہ اذان خطبہ مسجد کے اندر ایک زمانہ دراز اور صدہا سال سے قرناً بعد قرن شرقاً غرباً تمام بلاد اسلامیہ میں ہو رہی ہے سرتاپا غلط ہے پہلے تو آپ یہ بتلائیے کہ کیا آپ تمام بلاد اسلامیہ میں چکر لگا آئے ہیں یا یہ کہ آپ نے سہارنپور ہی کو تمام بلاد اسلامیہ خیال فرما رکھا ہے غالباً اگر آپ مالکیہ کے مذہب سے باخبر ہوتے تو کبھی یہ نہ فرماتے کہ انکے نزدیک اذان خطبہ کا خطیب کے مواجہ میں ہونا ہی بدعت و خلاف سنت ہے انکی کتب مذہب ان تصریحات سے گونج رہی ہیں کہ اذان خطبہ کا بھی

منارہ ہونا سنت ہے ملک مغرب میں کہ اکثر سکان اسی جناب رفیع کے مقلد ہیں آج تک اذان خطبہ بیرون مسجد منارہ پر ہوتی ہے۔ علامہ اسکندری مالکی پھر علامہ یوسف سفلی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح مقدمۂ عشماویہ صفحہ ۱۰۸ میں فرماتے ہیں الاذان الثانی کان علی المنار فی الزمن القدیم وعلیہ اھل المغرب الی الآن وفعلہ بین یدی الامام مکروہ کما نص علیہ البرزلی وقد نھی عنہ مالک اذان ثانی زمانہ سلف میں منارہ پر تھی اور اہل مغرب آجتک اسی روش پر ہیں اور اسکا امام کے سامنے کہنا مکروہ ہے جیساکہ امام برزلی نے تصریح کی اور بے شک امام مالک نے اسکی ممانعت فرمائی۔ انبشی صاحب کہئے اب تو آپکو معلوم ہوا کہ تمام بلاد اسلامیہ میں اذان خطبہ مسجد کے اندر نہیں ہوتی ہے تمام بلاد اسلامیہ میں گھوم آنا تو بڑی بات ہے اگر آپ ہندوستان ہی میں دورہ فرماتے تو آپ کو معلوم ہوجاتا کہ حنفیوں کی سیکڑوں مساجد میں یہ اذان خطبہ دروازۂ مسجد پر بیرون مسجد ہوتی ہے آپ کا یہ فرمانا بھی کہ فقہا، علما جائز سمجھتے چلے آئے اسی طرح بالکل بے بنیاد ہے فقہائے کرام کے ارشادات سن چکے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے مسجد میں اذان نہ ہو پھر نہ معلوم وہ کون سے فقہا و علما ہیں جو مسجد کے اندر جائز سمجھتے چلے آئے ہیں۔ نیز یہ کہنا کہ اگر یہ فعل نہ ہوتا اور بدعت ہوتا تو متقدمین و متاخرین فقہاء احناف ہرگز اسپر سکوت نہ فرماتے بھی وہی مرغے کی ایک ٹانگ والا مضمون ہے فقہا، کرام تو علی الاعلان لا یؤذن فی المسجد فرمائیں اور آپ انپر سکوت فرمانیکا الزام لگائیں۔ العجب ثم العجب۔

ہاں انبشی صاحب فدا فرمائیے تو وہ عدم کراہت کی تصریح کونسی ہے جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ فقہائے احناف نے بیان کراہت سے سکوت ہی نہیں فرمایا بلکہ گویا عدم کراہت کی تصریح کردی کیا یکرہ ان یوذن فی المسجد کے یہ معنی ہیں کہ مسجد میں اذان مکروہ نہیں۔ یا وہ معنی ہیں جو ہم بتاتے ہیں کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے اور اگر وہی معنی ہیں جو ہم بتاتے ہیں اور یقیناً یہی ہیں تو عدم کراہت کی تصریح کیونکر فقہائے کرام کے ارشادات لا یؤذن فی المسجد ولکراھۃ الاذان الثانی داخلہ اور یکرہ ان یؤذن فی المسجد

سنتے جانا اور پھر بھی عدم کراہت کی تصریح کی پکار مچائے جانا منصف کی شان سے بعید ہے ان تصریحات کو دیکھتے ہوئے فقہا، کی نسبت یہ فرمانا کہ انکی حقانیت و حق گوئی کی شان اسکو مقتضی تھی کہ تصریح فرماتے کہ اذان کا مسجد میں جو معتاد اور رائج ہو رہا ہے وہ مکروہ اور بدعت ہے روز روشن میں آفتاب کے وجود سے انکار ہے۔

مسلمانو۔ مجلس میلاد ہمارے دلوں کی فرحت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور سب اہلسنت کے نزدیک مستحب بلکہ سنت ہے وہابیہ اسے بدعت کہتے ہیں اور کل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار کے تحت میں داخل کرتے ہیں۔ ذرا انبہٹی صاحب سے انھیں کے الفاظ میں کہہ تو دیکھو کہ جب قرآن میں غور کیا جائے اور خیال کیا جائے کہ یہ فعل زمانہ دراز اور صدہا سال سے قرناً بعد قرن شرقاً غرباً عجماً عرباً تمام بلاد اسلامیہ میں ہو رہا ہے اور آجتک کسی نے اس پر انکار نہیں کیا بلکہ تمام فقہا و علماء اسکو جائز و مستحسن سمجھتے چلے آئے پس اگر یہ فعل بدعت سیئہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ فقہا اپنی تصنیفات میں ایسے مواقع کے بیان میں ایسے الفاظ نہ کہتے جن سے اس بدعت پر قدح اور اعتراض ہوتا اور اعتراض کی جگہ ایسے الفاظ بیان کرتے جس سے بدعت سیئہ کی تائید و تقویت ہوتی ان حضرات کا منصب تھا اور انکی حقانیت و حق گوئی کی شان اسکو مقتضی تھی کہ تصریح فرماتے کہ مجلس میلاد جو معتاد اور رائج ہو رہی ہے بدعت سیئہ ہے پھر تعجب ہے کہ کوئی فقیہ مجلس میلاد کی نسبت بشرطیکہ حسب زعم وہابیہ مانا جائے بیان نہیں کرتا کہ یہ فعل معتاد بدعت سیئہ ہے دیکھو ایک صلوۃ الرغائب ہوئی تھی سو اسکی نسبت فقہا نے کسقدر تنبیہ فرمائی اور اسکے کرنیوالوں کی تقبیح و تذلیل کی پس ہمارا پختہ خیال ہے کہ اگر یہ فعل بھی مذموم و بدعت ہوتا تو متقدمین و متاخرین فقہائے کرام ہرگز اسپر سکوت نہ فرماتے اور اسکا بدعت ہونا علی الاعلان ظاہر فرماتے چہ جائیکہ اس مبحث میں علما نے اس فعل کے مستحب ہونیکی تصریح فرمادی اس سے صاف واضح ہوا کہ مجلس میلاد ہرگز بدعت نہیں۔

انبہٹی صاحب آخر مابہ الفرق کیا ہے کہ مجلس شریف تو باوجود روشن ثبوت کے بدعت سیئہ بلکہ معاذ اللہ جنم کنھیا سے بدتر ہوا اور اذان خطبہ داخل مسجد بلا ثبوت سنت ہوا

کیسی ہٹ دھرمی اور بد مذہبی ہے اسی دلیل پنجم میں صفحہ ایر توانیعی صاحب نے وہ بات کہی جسکو سنکر ہر شخص یہی کہیگا کہ یہ شان علم سے کوسوں بعید ہے چنانچہ فرماتے ہیں اذان اول جو حضرت عثمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حادث ہوئی تھی وہ زورا یا منارہ پر ہوتی رہی ہے اور جو اذان ثانی عند الخطبہ ہوتی تھی وہ خطیب کے سامنے ہوتی تھی اب محل غور و تامل یہ امر ہے کہ ان دونوں اذانوں کا اختلاف محل کیوں ہوا؟ جب ہر ایک اذان کے لئے خارج از مسجد ہونا ضروری ہے تو جس طرح اذان اول زورا یا منارہ پر خارج از مسجد دیگئی اسیطرح دوسری اذان بھی اسیجگہ منارہ پر خارج از مسجد دیجاتی سبحان اللہ کیا معقول بحث ہے خبابا اذان اول جو زورا پر اضافہ کیگئی تھی وہ تو اسلیے تھی کہ زورا کے قریب قریب کے لوگ اس اذان سے اطلاع پائیں پس وہ مقام زورا پر کہی گئی اذان خطبہ کے لئے خطیب کے محاذات وحضور میں موذن کا ہونا ہمارے نزدیک سنت ہے پھر بھلا یہ اذان زورا یا منارہ پر کیونکر ہو سکتی تھی اور اگر ایسا کیا جاتا تو محاذات خطیب کیسے رہتا ہمارے نزدیک اذان خطبہ تو فناء مسجد میں صرف اس جگہ پر ہو سکتی ہے جہاں سے مؤذن اور خطیب کی محاذات رہے ہاں جو اسکے قائل ہیں کہ امام کے محاذ میں اذان کا ہونا خلاف سنت ہے یعنی مالکیہ تو وہ اس اذان کو بھی منارہ ہی پر مسجد کے باہر دلواتے ہیں ہمارے اور مالکیہ دونوں کے نزدیک ہر اذان عام اس سے کہ اذان خطبہ ہو یا پنجوقتہ ہو اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے خارج مسجد کے یہ معنی سمجھنا کہ حدود مسجد سے باہر شہر کے اندر کہیں پر ہو فقہ حنفی سے بے خبر ہونیکی دلیل ہے۔

دلیل ششم میں جو عبارتیں ہیں انکا صرف یہ مطلب ہے کہ جب خطیب منبر پر بیٹھ جائے تو اذان خطیب کے محاذات میں دیجائے اور خطبہ ختم ہوتے ہی تکبیر کہی جائے اور یہی متوارث ہے اسکا کسکو انکار ہے ہم کب کہتے ہیں کہ اذان خطبہ خطیب کے دہنے بائیں یا پیچھے ہو۔ ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ خطیب کے مقابل ہو کلام تو اسمیں ہے کہ یہ اذان خطبہ جو ہمارے اور آپکے اتفاق سے امام کے سامنے یعنی مواجہہ میں ہوتی ہے آیا مسجد کے اندر ہو یا مسجد سے باہر یعنی موضع صلاۃ سے باہر سو آپکی منقولہ عبارات کو اس سے

قطعی تعلق نہیں کہ باہر ہو یا اندر۔ اس اندر باہر کی بحث کا فیصلہ تو فقہائے کرام کے
ان ارشادات سے ہوتا ہے جو علی الاعلان فرما رہے ہیں کہ مسجد کے اندر اذان ......
مکروہ ہے انبیٹھی صاحب بتائیں تو کہ ہدایہ یا بحر الرائق کی عبارتوں میں کون سے الفاظ
ہیں جنکا ترجمہ یا مطلب یہ ہے کہ اذان خطبہ کا مسجد میں ہونا امر متوارث ہے بین یدیہ کے معنے
مسجد میں امام کے سامنے کس لغت میں لکھے ہیں بھلا سامنے تو بین یدیہ کا ترجمہ ہوا
یہ مسجد میں کاہے کا ترجمہ ہے بیشک اذان خطبہ کا خطیب کے سامنے ہونا امر متوارث
ہے مگر امر متوارث کیا ہے اذان کا بین یدیہ الخطیب ہونا اسی کی طرف بذلک سے
اشارہ نہ کہ داخل مسجد ہونا۔ وقایہ میں اسکا رد جلیل و نفیس موجود ہے مگر اس کے
ایک حرف کو بھی ہاتھ نہ لگانا اور ادعائے توارث اذان داخل مسجد کر لینا اور خواہ
نخواہ بھی امام عینی اور امام برہان الدین صاحب ہدایہ پہ افترا کر دینا کیا کسی عاقل
کا کام ہے وقایہ میں ہے کہ دوسری اذان منبر کے سامنے پہلی اذان منارہ کے بعد ہونا
یہ امیر المومنین عثمن غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وقت سے آجتک چلا آتا ہے وہ صراحۃً
اذان خطبہ بعد اذان منارہ ہونیکو زمانہ ذی النورین سے بتا رہے ہیں اس لیے کہ زمانہ
رسالت و زمانہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اذان خطبہ سے پہلے کوئی اذان بھی نہ تھی
اس سے پہلے اذان امیر المومنین عثمن غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زائد فرمائی جیسا کہ
صحیح بخاری وغیرہ میں تصریح ہے تو اذان خطبہ کا اذان منارہ کے بعد ہونا امیر المومنین
عثمن غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت سے ہے امام عینی تو یہ فرماتے ہیں اور انبیٹھی صاحب
نے یہ ٹھہرا دیا کہ وہ منبر کے سامنے ہی اذان ہونیکو زمانہ عثمن غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
بتاتے ہیں۔ اور ظلم دیکھئے عینی میں اسکے متصل اس سے ملی ہوئی بالکل بلا فصل یہ عبارت
ہے۔ مو لم یکن علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا ھذا الاذان
شی ای الاذان الذی یؤذن بین یدی المنبر یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے عہد مبارک میں فقط یہی اذان منبر کے سامنے والی تھی دیکھو وہ تو صاف فرما رہے
ہیں کہ اذان خطبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے زمانہ سے محاذی منبر ہے

اور انبیٹھی صاحب یہ کہتے ہیں کہ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ منبر کے آگے اذان ہونا حضرت عثمان
کے وقت سے ہے تو کیا یہ کھلا ہوا امام عینی پر افترا نہ ہوا۔ اور سنیئے امام عینی اسکے
چار ہی سطر بعد فرماتے ہیں الاذان الاصل الذی کان علی عهد النبي صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم بین یدی المنبر اصلی اذان وہ ہے کہ زمانہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں منبر کے آگے تھی اور انبیٹھی صاحب کہتے ہیں کہ علامہ عینی فرماتے ہیں الخ دیکھو یہ کیسا آنکھوں
میں خاک جھونکنا ہے اور دن دہاڑے آفتاب کی روشنی سے انکار ہے۔

آگے چلکر انبیٹھی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ اذان ثانی عند الخطبہ اسکا مسجد میں ہونا
امام کے سامنے عرباً عجماً زمانہ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین رضی
اللہ تعالیٰ عنہم سے اگر پیچھے بھی ہوا ہو خواہ حضرت عثمن رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے زمانہ میں
میں ہوا ہو یا اسکے بعد ہوا ہو یہ امر متوارث ہے جو بلا نکیر ہوتا چلا آیا ہے فضلاے متقدمین
اور متاخرین میں سے کسی نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں اسپر انکار نہیں فرمایا۔

یہ ایک ہی کہی یوں ہر گناہ جائز و مباح ہوگا سواے اُن معدودے چند کے جنکے نام لیکر
تحریم فرمائی گئی۔ کیا کوئی تعزیہ دار تعزیہ داری کو سنت کہکر یہی تقریر پیش کر دیگا کہ یہ
تعزیہ داری عرباً عجماً زمانہ اقدس اور خلفاے راشدین اور اہلبیت اطہار سے اگر
پیچھے بھی ہو امر متوارث ہے جو بلا نکیر چلا آیا ہے کسی نے اسپر انکار نہ فرمایا اور جو ایسا
فعل ہوگا بشرطیکہ کسی نص صریح کے مخالف نہ ہو متوارث ہوگا اور مکروہ و بدعت و ضلالت
نہ ہوگا اور اگر اس سے یہ کہا جاے کہ کل لہو و لعب حرام اسپر وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس
کلیہ سے ہماری تعزیہ داری مستثنیٰ ہے جیسی لایؤذن سے انبیٹھی صاحب کے نزدیک اذان
خطبہ کیونکہ کہیں تعزیہ داری کا نام لیکر تحریم وارد نہیں ہے اگر کل لہو و لعب حرام کے
زیر حکم تعزیہ داری کو انبیٹھی صاحب داخل کرینگے تو لایؤذن کے زیر حکم ہر اذان پنجوقتہ
ہو یا اذان خطبہ ماننا پڑیگا وقایہ میں ہے علامہ رحمہ نے ایک جائز بات پر توارث سے
استدلال کیا اور انبیٹھی صاحب ایک ناجائز کو توارث سے سنت کیا چاہتے ہیں یوں تو
مسجد میں دنیا کی باتوں کا رواج اس سے بہت زائد ہے جب مسئلہ شرعیہ مقرر ہو چکا

کہ اذان مسجد میں منع ہے اور سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وفت تک کے علماء یوہیں لکھتے آئے تو مسئلہ کے خلاف رواج پکڑنا کیسا اگر رواج ہی پر جائز و ناجائز کا مدار ہے تو انبیٹھی صاحب کے نزدیک تعزیہ داری بھی جائز ہوگی کہ ہندوستان جیسے وسیع ملک میں کتنی مدت سے ہے اور دنیا بھر میں ہونا کچھ ضرور نہیں کہ سارے جہاں میں اذان جوق کہاں ہے وہابیہ کی منطق بھی عجیب ہے کہ میلاد اور قیام جو تمام دنیا میں رائج ہے مگر انکے نزدیک ناجائز اگرچہ تمام علمائے کرام اسکو محمود و مستحسن لکھتے چلے آئے اور اذان خطبہ مسجد میں تمام فقہا کے نزدیک ناجائز مگر وہابیہ کے نزدیک تو توارث کی بنا پر سنت۔

اسی دلیل کے تحت ردالمحتار کی منقول عبارت خود انبیٹھی صاحب کا رد کر رہی ہے اور بتا رہی ہے کہ اذان خطبہ بھی اعلام غائبین کے لئے ہے اس میں ہے کہ ہم خطیب کے سامنے کی اذان میں بھی یہی کہینگے کہ یہ امر متوارث ہے تو اس اذان کا بھی متعدد مؤذنین کا دینا مکروہ نہ ہوگا تو یہ بدعت حسنہ ہوئی ہر ذی عقل سے پوچھ دیکھئے کہ جب اذان خطبہ اعلام حاضرین کے لئے ہے تو متعدد مؤذنین کی کیا حاجت متعدد مؤذنین کی حاجت تو اعلام غائبین ہی کیواسطے ہوسکتی ہے پس اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اذان خطبہ بھی اعلام غائبین کیواسطے ہے اور بلند آواز سے پکارنیکی ضرورت ہے۔ نیز یہاں پر ایک اور مسئلہ حل ہوتا ہے کہ بدعت دو قسم کی ہے۔ ایک بدعت سیئہ اور دوسری بدعت حسنہ بدعت سیئہ زیر حکم کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار داخل ہے اور بدعت حسنہ کے اجر پر یہ حدیث شریف دلیل ساطع و برہان قاطع ہے من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شیئ یہ اس حدیث طویل کا ایک ٹکڑا ہے جسکو امام مسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت کیا۔ وہابیہ کے نزدیک ہر قسم کی بدعت زیر حکم کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار داخل ہے پس اس بنا پر بھی ردالمحتار کی یہ عبارت وہابیہ کا رد ہے اور مسلم شریف کی حدیث مذکورہ ہر بدعت

کو منارات کیساتھ مختص کرنیکا رواشد۔ وہابیوں کا عجب فرقہ ہے یہ لوگ جو چال چلتے ہیں الٹی سب کچھ فکریں کرتے ہیں مگر سب بے سود۔

صفحہ ۳۰۳ پر علی باب المسجد کے معنی پر بھی انبٹھی صاحب نے طبع آزمائی کی ہے مگر کچھ ایسے ہوش و حواس پراں ہوئے ہیں کہ خبر بھی نہ رہی کہ آسمان کی فرما رہے ہیں یا زمین کی۔ چنانچہ علی باب المسجد کے معنی میں دو احتمال بیان کرکے دوسرے احتمال یعنی دروازہ کے اوپر اذان دیجاتی تھی کو علی باب المسجد کا مطلب بتاتے ہوئے لکھا کہ فضلاء احناف نے علی باب المسجد کے معنی فوق باب المسجد اختیار کیا ہے کہ دروازہ کے اوپر چڑھنے سے اونچی جگہ حاصل ہوجائے گی اسکا صریح مطلب یہ ہوا کہ انبٹھی صاحب کے نزدیک علی باب المسجد کے یہ معنی ہوئے کہ دروازے کے اوپر چڑھکر۔ جناب من! علی الباب کا ترجمہ تو اتنا ہے کہ دروازے پر یہ دروازے کے اوپر چڑھ کے کاہے کا ترجمہ ہے کیا حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ صاعد فوق الباب؟ کیا جناب کو معلوم نہیں کہ علی حرف ہے اور اوپر اسم کہ ترجمہ فوق کا ہے نہ علی کا کیا آپ نے نہ دیکھا کہ آپکو اوپر کیلئے کے لانا پڑا کہ علامت اضافت ہے مضاف اسم ہوتا ہے یا حرف بھلا پر کا تو کے اوپر تھا یہ چڑھ کے کاہے کا ترجمہ ہے کیا علی یوذن سے متعلق نہ تھا۔ صاعدا محذوف ماننا پڑا۔ ہاں یہ تو فرمائیے کہ سنن ابو داود شریف کی حدیث میں جو علی باب المسجد آیا ہے اسکے معنی فوق باب المسجد فقہ کی کس کتاب میں اختیار کیے گئے ہیں۔ جنابا فضلاء کرام کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے کوئی معمولی سا لکھا پڑھا شخص بھی علی باب المسجد کے معنی دروازے کے اوپر چڑھ کے نہیں اختیار کر سکتا کیونکہ جب دروازے کے اوپر چڑھ کر اذان پکارنا مانا گیا تو بین یدیہ یعنی منبر اطہر کی محاذات کب رہی کہ دروازہ مسجد اقدس کی بلندی مساحت کے گز سے سات گز تھی۔

علی باب المسجد کے جو معنی آپ اختیار کر رہے ہیں اسکی تردید تو بین یدیہ سے ہی ہوجاتی ہے کسی اور دلیل کی ضرورت نہ تھی مگر پھر بھی ہم نے علی کی پوری بحث اوپر لکھدی جو ایک منصف کیلئے کافی و وافی ہے اور نا منصف کیلئے دفتر کے دفتر بیکار ہیں غرضکہ یوذن علی باب المسجد کے یہی معنی ہیں کہ مسجد کے دروازے پر یعنی دروازہ کی فضا میں دروازہ کی

زمین پر اذان ہوتی تھی اور چونکہ دروازہ مسجد ہمیشہ مسجد کے اطلاق اول کی بنا پر خارج مسجد ہے پس ہمارا یہ دعوی کہ یہ اذان مسجد سے باہر ہوتی تھی بالکل صحیح و درست ہے کیونکہ آنا ہی اذان خارج مسجد کو درکار ہے اور یہ حدیث شریف سے ثابت ہے بفرض باطل اگر دروازے پر چڑھکر ہی اذان خطبہ کا ہونا مان لیا جاے تو یہ فرمائیے کہ آپکو کیونکر مفید ہے آپکا تو یہ دعوی ہے کہ اذان عین مسجد میں ہو خطیب سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلہ پر ہو جیسا کہ رواج پڑگیا ہے مگر بہر وہ اذان جو دروازہ مسجد پر چڑھکر دیجائیگی مسجد کے اطلاق اول کی بنا پر خارج مسجد رہیگی - جامع المضمرات پھر بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے والذی یبیع ولیشتری فی المسجد او علی باب المسجد اعظم اثما واثقل وذرا یعنی وہ کہ اذان جمعہ کے بعد خرید و فروخت مسجد میں کرے یا مسجد کے دروازہ پر کرے اس کا گناہ اور سخت ہے دیکھئے علی باب المسجد کو فی المسجد . . . . . سے علیحدہ کیا اگر باب المسجد بھی عین مسجد ہوتا تو باب المسجد اور فی المسجد کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنیکی کیا حاجت تھی انبیٹھی صاحب غور تو کیجیے اگر علی باب المسجد کے معنی دروازے کے اوپر چڑھکر ہیں تو کیا اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ مسجد کے دروازے کے اوپر چڑھکر خرید و فروخت بڑا گناہ ہے - حدیث شریف کے مفہوم کے خلاف علی باب المسجد کے معنی بیان کرنیکے واسطے بحر کی عبارت سے استناد بالکل فضول ہے بحر کی عبارت کا تو صرف یہ مطلب ہے کہ اذان اونچی جگہ پر کہنا مسنون ہے اور تکبیر زمین پر اس سے یہ سمجھنا کہ اذان خطبہ دروازہ پر چڑھکر سات گز کی بلندی پر دیجاتی تھی عقل سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے بین یدیہ ہونا سنت اصلیہ ہے اور مکان رفیع پر ہونا غیر اصلیہ جب فرض و واجب معارض ہوں تو کیا واجب کو اختیار کیا جائیگا اور فرض کو پس پشت ڈالا جائیگا -

یہ بھی خوب کہی کہ لفظ علی لغتہ استعلا کے لیے موضوع ہے خواہ استعلا حسی ہو یا حکمی چنانچہ زید علی السطح اور علیہ دین اسکی مثالیں چھوٹی چھوٹی کتابوں میں بھی لکھی ہیں اور بموجب اس احتمال کے جسکو مجیب نے لفظ علی باب المسجد میں اختیار کیا ہے لفظ علی نہ استعلاء حقیقی میں مستعمل ہو سکتا ہے نہ استعلاء حکمی میں - انبیٹھی صاحب

زید علی الباب میں استعلاء حکمی نہیں تو کیا ہے جیسے علیہ دین میں ہے زید دروازہ پر کھڑا ہے اسکے کیا معنی ہوتے ہیں جہاں حقیقت متعذر ہو وہاں مجاز اختیار کیا ہی جاتا ہے اگر آپ کے طور پر اسے معنی حقیقی پر محمول کریں بین یدی الخطیب ہونا باقی نہیں رہ سکتا کیا قرینہ صارفہ وہی محاذات خطیب نہیں۔

ہاں یہ تو فرمائیے کہ باب المسجد کے معنی خارج باب مسجد مطلقاً کسکی مراد ہے جو آپ نے یہ لکھ مارا کہ علی باب المسجد کے معنی خارج باب مسجد کے لینا فقہا کی منشاء مراد کے بالکل خلاف ہے فتوائے مبارکہ کے کسی لفظ کا یہ منشا ہے یہ جیتا افترا ہوا یا نہیں۔

صفحہ ۱۴ تا ۱۶ پر وہی کانپوری تحریر کے مردود اعتراضات کا اعادہ کیا کہ روایت جسمیں علی باب المسجد کی زیادتی مروی ہے محمد بن اسحاق نے شہاب زہری سے روایت کی سو اول تو محمد بن اسحق متکلم فیہ ہے الخ کیا وقایہ اہل السنہ میں نہ دیکھا کہ پورے ۲۰ صفحوں میں اسکے وہ قاہر رد ہیں کہ پتھر پڑھتے تو سرمہ کردیتے کیا میں اشٹی صاحب ان ۲۰ صفحوں کو یہاں لکھدوں یہ تو غیر متناہی سلسلہ ہے ہم لاکھ بار چھاپیں اور آپ قاہر ردوں کو ہاتھ نہ لگائیں اور وہی مردودات سامنے لائیں لہذا وقایہ اہل السنہ صفحہ سات لغایۃ تیئیس دیکھ لیجئے۔ مختصراً بتادوں کہ ان ۲۰ صفحات میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مدلس کا عنعنہ جمہور ائمہ کے نزدیک مقبول ہے ہمارے ائمہ اسے سند متصل مانتے ہیں نیز امام بخاری وغیرہ وغیرہ پندرہ اماموں کی شہادت سے ثبوت ہے کہ اذان جمعہ دروازہ مسجد پر ہونگی حدیث حسن ہے حجت ہے غرضکہ یہ صفحات مدینہ طیبہ کے جلیل امام محمد بن اسحق کی توثیق کے ثبوت سے لبریز ہیں نیز اصل حدیث مسند میں انھیں ابن اسحاق سے بسند صحیح بتصریح سماع موجود ہے تو اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ابن اسحق مدلس ہیں پھر بھی اس الزام تدلیس سے کیا فائدہ جبکہ انھوں نے تصریح بالسماع کردی اور یہ اشٹی صاحب کو بھی مسلم ہے کہ اگر مدلس تصریح بالسماع کردے تو وہ روایت اسکی مقبول ٹھہرےگی۔ علامہ حلبی کی جو عبارت اشٹی صاحب نے نقل کی ہے وہ ہمیں بجائے مضر ہونیکے مفید ہے چاہا تو یہ تھا کہ محمد بن اسحاق کو مدلس پاکر حدیث علی باب المسجد سے کسی طرح پیچھا چھڑالیں مگر عبارت وہ نقل کی جس سے تو وہ اس حدیث

کو پایۂ ثبوت پر پہنچا دیا۔ دیکھو علامہ حلبی شرح منیہ میں لکھتے ہیں وقال ابن خزیمۃ سمعت محمد بن یحیی الذھلی الخ یعنی ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن یحیی ذہلی کو کہتے سنا کہ عبداللہ بن زید کی روایتوں میں اذان کے قصہ کے متعلق اس سے زیادہ صحیح کوئی روایت نہیں اور ابن اسحق کی روایت ثابت ہے صحیح ہے اسلئے کہ محمد بن عبداللہ نے اسے اپنے والد سے اور محمد ابن اسحق نے اسکو محمد بن ابراہیم تیمی سے سنا ہے اور یہ ان روایتوں میں سے نہیں جنمیں ابن اسحق نے تدلیس کی۔ للہ انصاف کیسی صاف روشن تصریح ہے کیسا اس عبارت نے اس حدیث کو پایۂ ثبوت پر پہنچایا یہ خدا کی شان ہے کہ وہ اپنے دشمنوں مخالفوں سے بھی اپنے دین کی مدد لیتا ہے۔ انبیٹھی صاحب کا منشا یہ تھا کہ محمد بن اسحاق کو مدلس بنانے میں جتنی ہماری علمی طاقت ہے صرف کر دیں جبتک مدلس نہ ٹھہرائینگے حدیث علی باب المسجد سے ہرگز پیچھا نہ چھوٹیگا لیکن عبارت وہ نقل کی جو منشائے قلبی کے بالکل مخالف ہے۔ صفحہ ۱۱ پر کہا کہ یہی سائب بن یزید ہیں جنکی روایت کو فقہا و احناف اپنی کتابوں میں نقل فرماتے ہیں چنانچہ امام شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں اور صاحب فتح القدیر اور عینی نے شرح ہدایہ میں سائب بن یزید کی روایت کو نقل فرمایا ہے لیکن کسی نے انمیں سے اس روایت کو اختیار نہیں فرمایا جسمیں لفظ علی باب المسجد کی زیادتی مروی ہے

مسلمانو! زہری سے اس حدیث کے اور راویوں نے نہ علی باب المسجد کا لفظ روایت کیا ہے نہ بین یدیہ کا لفظ۔ صرف اتنا بتایا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم منبر پر تشریف رکھتے اسوقت اذان دیجاتی نہ جگہ بتائی کہ دروازہ پر نہ سمت بتائی کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مقابل۔ تو ہر صاحب ایمان یہ کہتا کہ بین یدیہ اور علی المسجد دونوں لفظوں کی زیادتی سوائے ابن اسحق کے کسی نے روایت نہیں کی۔ مگر لطف یہ ہے کہ انبیٹھی صاحب بین یدیہ کو تو الگ اڑا گئے اور علی باب المسجد کا لفظ پکڑ لیا یہی کا پوری تحریر ہیں ہے جسکے رد میں وقایہ اہل السنہ کے صفحہ ۲۱ تا ۲۴ قابل ملاحظہ ہیں انمیں روشن دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ ابن اسحق کی روایت میں بین یدیہ اور علی باب المسجد کی زیادتی کو صحیح ماننا ہی لازمی ہے ورنہ مذہب حنفی کو خیرباد کہنا پڑیگا گو ان دونوں لفظوں کو غیر قابل اعتماد مانئے تو ماتکبہ

کا مذہب ثابت ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ خطیب کے سامنے اذان خطبہ کا ہونا بدعت و خلاف سنت ہے بلکہ اور اذانوں کی طرح منارہ پر ہو۔ حنفی ہوکر ابن اسحٰق کے دامن ہی کے نیچے پناہ لینا پڑیگی بغیر اسکے بین یدیہ بھی رفو چکر ہوا جاتا ہے یہ کہنا کہ وہ زیادہ حسب قاعدہ مسلمہ احناف شاذ ہوگی اور ہرگز قابل اعتبار نہ ہوگی بالکل غلط و بے بنیاد ہے کیونکہ علما ہزار ہزار تصریحیں فرماتے ہیں کہ ایک بات زائد بیان کرنا مخالفت نہیں۔ مخالفت یہ ہے کہ اور راویوں نے جو کہا تھا یہ اسکے خلاف بیان کرے نہ یہ کہ اور جس امر سے ساکت ہیں یہ اسکا افادہ کرے۔ جواہر النقی جلد ا صفحہ ۱۱۱ ترك لبعض الرواة لا يعاد من زيادة غيره ايضاً صفحہ ۲۰۴ ذکرہ مقدم علی تمسك من ترك صحیحین وغیرہما جملہ کتب حدیث میں صدہا ہزارہا حدیثیں وہ ملینگی جنمیں بعض رواۃ نے کوئی بات زائد کی ہے کہ اوروں نے بیان نہ کی تو کیا وہ سب شاذ و منکر ہوکر صحت سے ساقط ہوجائینگی یہ صحیحین پر دیوبندیوں کی کھلی چوٹ ہے یہ بکثرت ملیگا کہ ائمہ محدثین متعدد راویوں سے ایک حدیث یوں روایت کرتے ہیں حدثنا فلان وفلان یزید بعضهم على بعض یہ حدیث ہم سے اتنے شیوخ نے بیان کی اور انمیں ایک نے دوسرے سے زیادہ بات کہی جو اس نے نہ کہی تھی اس نے وہ بڑھائی جو اس نے نہ بتائی تھی امام محدث سب کی زیادتیں جمع کرکے ایک سیاق میں روایت کرتا ہے تو انبٹھی صاحب کے نزدیک متخالفوں کو جمع کر لیتا ہے۔

کسی ذی عقل سے پوچھئے کہ چھ آدمی کہیں کہ فلاں شخص گھوڑے پر سوار تھا اور ایک کہے کہ وہ سرخ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا تو کیا کوئی عاقل اسکے بیان کو ان بیانوں کا مخالف سمجھ سکتا ہے انبٹھی صاحب آپکو خلاف اور زیادت میں فرق نہیں آیا۔ خلاف یہ ہے کہ وہ بات کہے جو اوروں کی بات کی معارض ہو اور زیادۃ یہ ہے کہ وہ امر زائد کہے کہ جس سے اور ساکت ہیں۔ خلاف مردود ہے اور زیادت مقبول۔ شاذ وہ ہے جو روایت ثقات کے خلاف روایت ہو اگر غیر ثقہ سے مروی ہے تو مردود ہے اور اگر ثقہ سے ہے تو اسکا مدار ترجیح پر ہے ملاحظہ ہو مولانا عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مقدمہ مشکوۃ نہ یہ کہ ہر زیادت عام ازیں کہ وہ مخالف روایت ثقات ہو یا نہ ہو شاذ ہو

کیا ابن اسحٰق نے جو زیادت کی ہے وہ مخالف روایت ثقات ہے کیا اور روایت میں عن جوف المسجد ہے اور اسمیں علی باب المسجد ہے بھلا کہاں شذوذ اور کہاں زیادت کہاں اسود ابن یزید کی روایت کہاں ابن اسحاق کی یہ زیادت زمین آسمان کا فرق وہ مخالف روایت ثقات تھی نامقبول ٹھہری یہ کونسی روایت کے مخالف ہے جو مردود ہو۔

مسلمانو! وہابیہ نجدیہ کے سامنے دلائل پیش کرنا بالکل بیکار ہے مگر تمہیں بتادوں کہ امام ابن خزیمہ صاحب صحیح جنکا لقب امام الائمہ ہے اپنی صحیح میں اس روایت علی باب المسجد کے دوسرے راوی ہیں۔ امام جلیل ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی معجم کبیر میں اسکے تیسرے راوی ہیں علاوہ اسکے علماے کرام کے ارشادات سناؤں تاکہ طالبان صادق انشاء اللہ العزیز ان سے فائدہ پائیں تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے کان اذا جلس علیہ الصلوٰۃ والسلام علی المنبر اذن بلال علی باب المسجد وکذا علی عھد ابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب منبر پر تشریف فرما ہوتے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ مسجد پر اذان کہتے اور اسیطرح ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں کشاف میں ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مؤذن واحد فکان اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد ثم کان ابو بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما علیٰ ذلک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مؤذن ایک تھے جب حضور منبر پر جلوہ فرما ہوتے وہ مؤذن دروازہ مسجد پر اذان دیتے یہی روش صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں تھی بعینہٖ اسیطرح علامہ نیشاپوری میں ہے تفسیر خطیب شربینی پھر فتوحات الٰہیہ میں ہے کان لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مؤذن واحد اذا جلس علی المنبر اذن علی باب المسجد ثم کان ابو بکر وعمر وعلی بالکوفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم علی ذلک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مؤذن ایک تھے جب حضور منبر پر جلوہ افروز ہوتے وہ مؤذن دروازہ مسجد پر اذان کہتے پھر صدیق و فاروق اور کوفہ میں مولیٰ علی کے یہاں یہی طریقہ رہا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کشف الغمہ میں امام شعرانی قدس سرہ الربانی زمانۂ اقدس و زمانہ شیخین رضی اللہ

تو اسکی مخالفت بھی مکروہ تحریمی ہوتی اور اینٹ پتھر کے منبر بنانے کی ایسی ہی مخالفت کہی جاتی جیسی کہ مسجد میں اذان دینے کی مخالفت کیجاتی ہے۔

صفحہ ۸ پر انیٹھی صاحب نے یہ دعوی کیا ہے کہ خود فخر عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اذان مسجد میں ہوتی ہے اور اس دعوی کے ثبوت میں چھ حدیثیں نقل کیں ہیں ان احادیث میں سے پانچ حدیثوں میں علی المسجد علی ظہر المسجد علی سقف المسجد علی اسطح المسجد فنادینا فیہ بالاذان الفاظ ہیں ان سے یہ سمجھ لیا کہ زمانہ اقدس میں اذان فی جوف المسجد ہوتی رہی ہوش پران والا مضمون ہے خیاب من ہم کب کہتے ہیں کہ اذان مسجد میں اسجگہ بھی نہ ہو جو مسجد کے اطلاق اول کی بنا پر خارج مسجد ہے اور اطلاق دوم کی بنا پر مسجد ہے کلام تو اسمیں ہے کہ عین مسجد میں اذان مکروہ ہے اور یہی فقہائے کرام کی تصریحات لا یوذن فی المسجد اور یکرہ ان یوذن فی المسجد کا مطلب ہے پس جبتک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ زمانہ اقدس میں اذان موضع صلاۃ میں ہوتی ہے ہمیں مضر نہیں۔

فنادینا فیہ بالاذان سے یہ سمجھنا کہ موضع صلاۃ میں اذان ہوئی محض غلط ہے جہاں ہم نے مسجد کے دو اطلاق بیان کئے ہیں وہیں یہ بھی بتایا ہے کہ منارہ یا فصیل پر جو اذان ہو اسے یہی کہیں گے چلو مسجد میں اذان ہوئی یہ کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی حالانکہ مسجد کے اطلاق اول کی بنا پر فصیل یا منارہ پہ جو اذان ہوگی وہ مسجد کے باہر یعنی خارج مسجد کہی جائیگی۔ چھٹی حدیث میں تو محل اذان کا قطعی ذکر ہی نہیں اور امام ابن الہمام اور امام اتقانی نے فی المسجد کے معنی ای فی حدودہ لکن ھذہ الاذان فی داخلہ بنا کر نزاع کا خاتمہ ہی کر دیا۔ یہ ہیں وہ احادیث جنکی بنا پر تنشیط الاذان کے صفحہ ۸ پر انیٹھی صاحب نے وہ دون کہی تھی کہ جواب نمبر ۳ میں متعدد احادیث سے ثابت کریں گے کہ حضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں مسجد میں اذان ہوتی ہے سہ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دلکا۔ جو چیرا تو ایک قطرہ خون نکلا اور اگر بفرض باطل یہ مان بھی لیا جائے کہ حضور پر نور کے زمانہ [illegible] میں اذان فی

جوف المسجد ہوئی ہے تو لازم آتا ہے کہ معاذ اللہ حضور نے ایک فعل مکروہ بنایا ہے اور ممانعت فرمائی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ احادیث اذان جمعہ کے متعلق نہیں اذان اقامت خمسہ ان سے مستثنیٰ ہے جنکے متعلق فقہا کی نہی ہے تو انبٹھی صاحب کو یہ تصریح دکھانا لازمی ہے کہ یہ احادیث اذان جمعہ کے متعلق ہیں۔

صفحہ ۲۰ پر انبٹھی صاحب نے لکھا فقہ احناف کی بعض کتابوں میں اذان کو مسجد کے اندر ممنوع اور بعض میں مکروہ لکھا ہے اچھا کیا ممنوع کہدینے سے کراہت کا حال نہیں کھل گیا۔ اگر اس کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوتی تو فقہا لا یوذن فی المسجد کیوں فرماتے یہ کیسا ظلم ہے کہ بعض نے ممنوع لکھا ہے اور بعض نے مکروہ کہکر ممنوع چھوڑ دیا اور صرف مکروہ پکڑ لیا اور لکھدیا کہ مکروہ کا اطلاق حرام اور مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولیٰ پر بھی ہوتا ہے الخ انبٹھی صاحب کیا ممنوع بھی مکروہ تنزیہی کو کہتا ہے آپکی نقل کردہ عبارت شامی میں بحوالہ بحر ہے احدھما ما کرہ تحریما وھو المحمل عند اطلاقھم الکراھۃ انبٹھی صاحب ممنوع نہ سہی مکروہ ہی سہی تو بھی خود آپکی پیش کردہ عبارت سے مسجد کے اندر ہر اذان مکروہ تحریمی ثابت ہوگئی۔

صفحہ ۲۱ پر لکھا اول تو جب تلاش کیا جاتا ہے کہ شریعت میں اذان فی المسجد کے متعلق کسی جگہ نہی وارد ہوئی ہے یا نہیں تو کوئی حدیث مسجد میں اذان کہنے کی ممانعت پر دلالت کرنیوالی دستیاب نہیں ہوتی انبٹھی صاحب آپکی اس تحریر پر تو فقہ کو بالکل شریعت ہی سے خارج کر دیا۔ فقہائے کرام کے ارشادات ملاحظہ کریچکے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے اور حدیث صحیح محل اذان باب مسجد بتا چکی پھر شریعت میں اذان فی المسجد کے متعلق نہی نہ وارد ہونا کیا معنی رکھتا ہے کیا فقہائے کرام کے ارشادات خارج از شریعت ہیں اوپر گذرا کہ صفحہ ۲۰ پر آپنے خود تسلیم کیا ہے کہ از روئے فقہ حنفی مسجد کے اندر اذان مکروہ و ممنوع ہے اور اب آپ یہ فرماتے ہیں کہ کوئی حدیث مسجد میں اذان کہنے کی ممانعت پر دلالت کرنیوالی دستیاب نہیں ہوتی تو کیا آپ کی اس تقریر کا یہ خلاصہ نہ ہوا کہ فقہائے کرام نے کتب فقہ میں یہ احکام ممانعت و کراہت معاذ اللہ اپنی طرف

سے تحریر فرمادئے بلکہ آپ کے الفاظ متعدد احادیث سے مسجد میں اذان کا ہونا جواز پر دلالت کرتا ہے ثابت ہو رہا ہے تو یہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ فقہائے کرام نے معاذ اللہ اللہ احادیث نبویہ کے خلاف حکم کراہت تحریر کر دیا ہے انبیٹھی صاحب ذرا غور تو فرمائے کیا ایسا کوئی حنفی سنی مسلمان کہہ سکتا ہے کیا فقہ شریعت نہیں وہ قرآن و حدیث سے علیحدہ دلیجیا د فقہا ہے۔

صفحہ ۲۲ پر عالمگیری اور بنیین کی عبارتوں کو نقل کر کے انکا وہ مطلب نکالا جو آجتک کسیکو نہ سوجھا۔ فرماتے ہیں کہ ینبغی ان یوذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد کا حاصل یہ ہے کہ مناسب ہے کہ اذان منارہ پر دیجائے جو داخل حدود مسجد ہے یا مسجد کی حدود سے بھی خارج دیجائے اور مسجد میں اذان نہ دیجائے یہاں پر او خارج المسجد کے معنی مسجد کی حدود سے بھی خارج لینا بالکل غلط ہے اس عبارت کا تو صاف صاف یہ مطلب ہے کہ اذان ماذنہ پر دیجائے یا خارج مسجد یعنی موضع صلاۃ سے باہر اور مسجد میں اذان نہ دیجائے انبیٹھی صاحب بتائیں کہ مسجد کی حدود سے بھی خارج کا ہے کا ترجمہ ہے۔ بھلا انکے کلام میں او خارج حدود المسجد ہے انکا مطلب تو صاف واضح ہے کہ اگر ماذنہ صحن مسجد میں واقع ہے تو اذان اس پر ہو ورنہ خارج مسجد یعنی موضع صلاۃ سے خارج نہ یہ کہ حدود و فنا مسجد سے خارج۔

اللہ اللہ اذان خطبہ کو منبر سے ملا کر کہلانے کے واسطے حدیث و فقہ کے الفاظ کے معنی کو کھینچ تان کر اور تاویلات بعیدہ کر کے ظاہری معنی اور مدلول سے بلا دلیل کیا کیا پھیرا جاتا ہے اور پھر بھی اتباع شرع و رہنمائے حق کا دعوی برقرار رہتا ہے۔ اچھا بفرض باطل یہی معنی ہیں جو آپنے تراشے ہیں تو بھی آپکی اسوقت تک کی ساری محنت برباد ہو گئی آپ تو اذان کو ذکر اللہ ہونیکی بنا پر عین مسجد میں جائز سمجھتے ہیں اور فقہائے کرام بقول آپکے عین مسجد تو کیا بلکہ حدود مسجد میں بھی مکروہ بتلاتے ہیں تو اب آپ ہی فرمائے کہ آپ حق پر ہیں یا فقہائے کرام حق پر ہیں۔ حیرت پر حیرت ہے کہ انبیٹھی صاحب نے کونسا طریق اختیار کر رکھا ہے۔ یا تو یہاں تک بڑھے کہ عین مسجد میں بھی اذان

بلاکراہت جائز بتادی یا ذرا سی دیر میں پھر دوسری طرف اتنا چڑھے کہ حدودِ مسجد میں بھی ناجائز ٹھہرادی اور لطف یہ کہ رسالہ اس امر کے ثبوت میں لکھنے بیٹھے ہیں کہ اذان داخلِ مسجد جائز ہے برین عقل و دانش بباید گریست۔

جادو وہ جو سر پر چڑھکر بولے ابھی ابھی فتاوی عالمگیری وغیرہ کتب کی عبارتوں کے یہ معنی تراشے کہ فنائے مسجد میں بھی اذان مکروہ ہے اور جب حافظہ نہ باشد کی ٹھہری تو صفحہ ۲۴ پر خود ہی فتح القدیر کی عبارت واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد نقل کر گئے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اذان ما ذنہ پر دیجائے یا فنائے مسجد میں اور آپنے خود اس کے یہی معنی لئے ہیں کہئے اب وہ حدود مسجد سے خارج کہاں گیا۔ اب تو او خارج المسجد کے معنی سمجھ میں آگئے ہونگے کہ وہی ہیں جو ہم کہتے ہیں کہ موضع صلاۃ سے باہر جو جگہ فنائے مسجد میں ہو

اس صفحہ ۲۴ پر کہا کہ یہ حکم کراہت جو بمعنی خلاف اولی ہے وہ صرف جمعہ کی اذان اول اور اذان اوقات خمسہ مخصوصہ کیساتھ مخصوص ہے میں کہتا ہوں اولاً تو یہ آپکا خیال محض غلط ہے کیونکہ ہم ثابت کرچکے کہ فقہانے عام ممانعت فرمائی کسی اذان کا استثنا نہ فرمایا۔ ثانیاً بالفرض باطل کراہت کا حکم اگر اذان خمسہ و اذان اول جمعہ کیساتھ مخصوص مان بھی لیا جائے تب بھی آپکے ساری محنت برباد ہوگئی انبھی ختا کیا آپ کو پہلے فقہای کرام کے ان ارشادات کی خبر نہ تھی جو تنشیط الاذان کا ایک جزء اسی بحث میں سیاہ کرکے الا کہ ہر اذان ذکر اللہ ہونیکی بنا پر مسجد کے اندر بلاکراہت جائز ہے اور یہ کہ جو ذکر اللہ سے روکے وہ آیات قرآنیہ کے حکم سے سب سے بڑا ظالم ٹھہرتا ہے۔ بیٹے جب آپ نے یہ مان لیا کہ کراہت پنجوقتہ اذان کیساتھ مخصوص ہے تو آپ خود اپنے منہ سے آیۂ کریمہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ کی وعید شدید کے مصداق بنے اور آپنے خود مسجد کے اندر پنجوقتہ اذان کی ممانعت تسلیم کرکے اپنے ہی قول سے اپنے کو سب سے بڑا ظالم قرار دے لیا واقعی فقہائے کرام کی مخالفت کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

فتح القدیر کی عبارت سے جو آپ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اذان خطبہ کراہت کے حکم سے مستثنیٰ ہے تو یہ کہاں لکھا ہے کہ اذان خطبہ مثل اقامت ہی لہذا اسکا مسجد میں ہونا مکروہ نہ ہوگا اسمیں تو صاف صاف تصریح ہی کہ اذان مادنہ پر ورنہ فنائے مسجد میں دیجائے اور اقامت مسجد میں ہونا چاہئے اور اذان مسجد میں مکروہ ہے اسمیں اذان خطبہ کا استثنا کہاں ہے فتح القدیر کا یہ حکم ہر اذان کے لئے عام ہی اسمیں تو ہر اذان کو مسجد کے اندر مکروہ بتایا ہے اور محقق مذہب حنفی امام ابن الہمام نے تو شرح ہدایہ میں عموم کو خوب جلا دیا خطبہ کو جمعہ میں طہارت سنت ہونیکو خود اذان پر قیاس کیا گیا تھا کہ وہ بھی اذان کیطرح مسجد میں ذکر الہی ہی تو اسمیں اذان کی مانند طہارت ہونی چاہئے یہاں تو خاص جمعہ اور خطبہ کا ذکر تھا اگر اذان خطبہ مسجد کے اندر ہوتی تو یہاں فی المسجد کے لفظ میں کیا حرج تھا ضرور اسکو قائم رکھتے مگر انہوں نے فوراً اسکی مراد بتادی کہ مسجد میں ہونیکا مطلب حدود مسجد میں ہونا ہی نہ کہ خاص مسجد میں اسلئے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے انتہیٰ۔ انصاف ہو کتنی روشن تصریح ہی کہ اذان خطبہ بھی مسجد کے اندر ممنوع ہے ورنہ خطبہ کا اسپر قیاس کرنیکو یہ کہنا بہت صحیح تھا کہ وہ بھی مسجد میں ذکر الہی ہے۔

انبیٹھی صاحب کا اذان خطبہ کو مثل اقامت اعلام حاضرین کیواسطے ماننا فقہ سے لاعلمی پر مبنی ہی ہم ہدایہ و کافی و تبیین و عنایہ و بحر و در مختار وغیرہ سے ثابت کر چکے ہیں کہ اذان خطبہ بھی اعلام غائبین کیلئے ہی جامع الرموز کی جو عبارت انبیٹھی صاحب نے نقل کی ہی اور اس سے یہ ثابت کیا ہی کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ نہیں منجملہ اور اغلاط کے یہ بھی غلط فہمی پر مبنی ہے ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ لفظ مسجد دو معنی پر محمول ہی ایک بمعنی موضع صلاۃ دوسرے معنی وقف کردہ زمین مع بنا مسجد بمعنی اول سے بنا وغیرہ سب خارج دوسرے معنی کے طور پر مسجد در و دیوار چاہ حوض فصیل دروازہ غرض حدود و فنا سبکو شامل عبارت نظم نقل کردہ قہستانی لا یوذن فی المسجد فانہ مکروہ میں مسجد بمعنی اول پر محمول یعنی اذان نماز کیجگہ نہ دیجائے کہ نماز کیجگہ اذان دینا مکروہ ہے اور عبارت جلابی منقولہ قہستانی میں لفظ مسجد بمعنی ثانی پر محمول ہی یعنی حدود مسجد میں اذان دیجائے یا اسجگہ دیجائے جو حکم مسجد میں ہو یعنی فنائے مسجد میں کیونکہ انبیٹھی صاحب اسمیں فاضل مجیب کیخلاف کیا تھا جو آپ نے تعجب کرتے ہوئے یہ لکھا کہ مجیب نے قہستانی سے مسجد میں اذان کا مکروہ ہونا تو نقل کیا لیکن قہستانی نے جو دوسرا قول اسکے خلاف نقل کیا ہے اسکو چھوڑ دیا فیا للعجب۔

فتوائے مبارکہ بریلی کے جواب سوال ششم کی تردید میں انبیٹھی صاحب نے جادعوی قایم کرکے لکھا کہ معاذ اللہ از روے فتوائے مبارکہ کنارۂ مطاف پر خارج مسجد ہونیکی بنا پر پاخانہ پیشاب وغیرہ افعال قبیحہ جایز ہوئے مسلمانو فتوی بریلی چھپا ہوا موجود ہے خود دیکھو اسمیں تو صرف اس قدر ہے کہ مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارۂ مطاف پر ہوتی تھی اور نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد وحمل اذان تھا چونکہ اب مسجد بڑھا لیگئی تو اب بھی وہ جگہ بیرون مسجد اور محل اذان ہے بھلا اسمیں ایسی کونسی عبارت ہے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاذ اللہ یہ پاک مقام محل بول وبراز ہے انبیٹھی صاحب کے اس تیجکی بنا پر تو مسجد کے کنوؤں، فصیلوں دروازوں دیوار وں محل وضو وغیرہ سب کو معاذ اللہ نجاست سے ملوث کر سکتے ہیں کیونکہ یہ مقامات مسجد کے اطلاق اول کی بنا پر خارج مسجد ہیں اور انبیٹھی صاحب کے نزدیک جو جگہ موضع صلاۃ نہو اس میں پاخانہ پیشاب کرنیکی ممانعت نہیں جبھی تو کنارۂ مطاف جو محل اذان ہے اور اطلاق اول کی بنا پر خارج مسجد ہے محل بول وبراز قرار دیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ اور اگر کہا جائے کہ دیواروں وغیرہ کو نجاست سے ملوث کرنا ناجائز ہے تو جسطرح یہ سب کہ اطلاق اول کی بنا پر خارج مسجد ہیں نجاست سے ملوث نہیں کئے جا سکتے یونہیں محل اذان کو بھی نجاست سے ملوث کرنا ممنوع ہے محل اذان تو خود اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ جگہ اذان کیواسطے ہے نہ کہ ان افعال قبیحہ کیواسطے کتب فقہ میں تصریح ہے کہ کیچڑ سے سنا ہوا پاؤں مسجد کی دیوار یا ستونوں سے پونچھنا ممنوع ہے (عالمگیری صغیری) مسجد کی دیوار پر ناک سنکنا ممنوع ہے (عالمگیری) یعنی جب دیواروں سے جو اطلاق اول کی بنا پر خارج مسجد ہیں کیچڑ تک پونچھنا منع ہے تو محل اذان پر پاخانہ پیشاب کرنا چہ معنی دارد۔ ذکر الہی پر ان افعال قبیحہ مثل پاخانہ پیشاب کا قیاس سخت شقاوت ہے کیا اذان ایسی ہی چیز ہے جیسے پیشاب پاخانہ کہ جہاں اذان جائز ہو وہاں یہ کیوں ناجائز ہوں ہر جاہل سے جاہل جانتا ہے کوئی شخص حاضری اگر خاص حضور سلطان بجا سکے تو وہ لیل ادب ہے اور دروازے پر حرج نہیں تو کیا دروازے پر حاضری جایز ہو نیسے پاخانہ پیشاب بھی جایز ہو گیا اذان فنائے مسجد میں جایز ہونے سے یہ کیونکر ثابت ہوا کہ یہ امور قبیحہ بھی وہاں

جائز ہیں وہابیہ محل اذان پر خانہ بنایا اب پھر ناجائز بتائیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ...... بلکہ انھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کی نجاستوں کو جزو ایمان سمجھ رکھا ہے تو محل اذان کی توہین کس گنتی اور کس شمار ہے۔

فتوائے مبارکہ بریلی میں فتاوی قاضیخاں و فتاوی خلاصہ و فتاوی عالمگیری سے لکھا گیا تھا کہ مسجد جب بڑھالیجائے تو چاہیے جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہیگی انبیٹھی صاحب نے تمام دلائل سے نظر معوفر کر کے لکھا کہ جب مسجد الحرام کی توسیع کیگئی تو اسکے گرد ہر چہار طرف لوگوں کے مکان تھے نشست گاہیں تھیں ان مکانوں میں بول و براز کیجگہ بھی تھی دار الندوہ بھی تھا لیکن تمام عوام و خواص امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ سب مکانات جو مسجد الحرام قدیم کے گرد آگرد تھے خواہ محل نجاسات تھے یا غیر نجاسات وہ سب کے سب بعد توسیع مسجد الحرام میں داخل ہوگئے بخلاف فتوائے بریلی میں یہ کہاں لکھا ہے کہ جسجگہ کو موضع صلاۃ کر لیا جائے اگر پہلے وہ محل نجاسات سے ہو اس پر احکام مسجد جاری نہ ہونگے کہا تو یہ گیا تھا کہ ...... محل اذان یا محل وضو کو بدستور قایم رکھکر مسجد کی توسیع کر لیجائے جیساکہ کنارہ مطاف کو بدستور محل اذان قایم رکھکر توسیع مسجد الحرام شریف کیگئی تو وہ محل اذان مسجد کے اطلاق کی بنا پر خارج مسجد ہی رہیگا۔ اگرچہ اطلاق دوم کی بنا پر داخل مسجد بھی ہے لوگوں کے مکانات وغیرہ کو مسجد میں داخل کر کے موضع صلاۃ بنالینا اور بات ہے اور وضو کی جگہ کو محل وضو قایم رکھتے ہوے اسکے ارد گرد توسیع کر لینا اور بات ہے اور اگر آپ کی انوکھی منطق کی رو سے محل وضو کو وضو کیواسطے قایم رکھتے ہوے اردگرد توسیع کر لینے سے محل وضو بھی عین مسجد ہوگیا تو اسکے یہ معنی ہوے کہ عین مسجد میں وضو کرنا جائز ہوگیا حالانکہ یہ آپکو بھی تسلیم ہے کہ مسجد میں وضو ناجائز ہے پس ہماری اس تقریر سے صاف صاف عیاں ہے کہ محل وضو کو محل وضو قایم رکھتے ہوے موضع صلاۃ کی اس محل وضو کے ارد گرد جب کبھی بھی توسیع کیجائیگی تو وہ محل وضو مسجد کے اطلاق اول کی بنا پر خارج مسجد کے حکم میں رہیگا اور وہاں وضو کرنا جائز رہیگا اور اسپر اذان بلاکراہت جائز رہیگی۔

ہم احادیث و کتب فقہ سے ثابت کر چکے کہ اذان مسجد کے اندر مکروہ ہے اور مسجد ہو یہاں

مراد موضع صلاۃ ہے لہذا جو جگہ اذان کیواسطے حدیث و فقہ کی پابندی کیساتھ مقرر کیجائیگی وہ مراد مسجد یعنی موضع صلاۃ سے خارج رہیگی انبہٹی صاحب نے آیات قرآنیہ احادیث اور روایات فقہیہ سے جو کچھ اسکے خلاف لکھا اسکا کافی رد کیا جاچکا ہے نیز یہ بھی عیاں کر دیا گیا ہے کہ رفع صوت کی بنا پر جسکی ممانعت حدیث شریف میں ہے اذان مسجد کے اندر کہنا مکروہ ہے وضو کے مکروہ ہونیکی علت توہم تلویث مسجد یا توہم امتہان مسجد ہے اور مسجد کے اندر اذان کا ہونا دربار الٰہی کی بے ادبی ہے اور اسمیں بھی ضرور امتہان مسجد ہے۔

حاشیہ مطاف کے بیرون مسجد اور محل اذان ہونیکی نسبت انبہٹی صاحب کا یہ لکھنا کہ مجیب نے اسکے ثابت کرنے کے لئے کوئی دلیل قایم نہیں کی روز روشن میں آفتاب کے وجود سے انکار کرنا ہے خیر اسوقت آپکو دلیل نظر نہ پڑی تو اب دیکھ لیجئے آدمی گنتی گنتی بھول جائے پھر گن لے۔ جواب سوال ششم ملاحظہ ہو جسمیں ہے کہ مکہ معظمہ میں یہ اذان کنارہ مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد الحرام شریف مطاف ہی تک تھی مسلک متقسط علی قاری طبع مصر صفحہ ۱۱ المطاف ھو ما کان فی زمنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجدا تو حاشیہ مطاف بیرون مسجد و محل اذان تھا اور جب مسجد بڑھا لیجائے تو پہلا جو جگہ اذان یا وضو کے لئے مقرر تھی بدستور مستثنیٰ رہیگی کیا انبہٹی صاحب دلیل کے سینگ ہوا کرتے ہیں

فتوائے مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں اذان خطبہ خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ سے ایک بلند مکبر پر ہوتی ہے طریق ہند کے تو یہ خلاف ہوا اسپر انبہٹی صاحب تحریر فرماتے ہیں) کہ علاوہ اسکے یہاں ہم قرب و بعد کو کراہت میں کوئی دخل نہیں کراہت کا دار و مدار محض مسجد کے اندر ہونے پر ہے نہ قرب و بعد پر مسلما تو یہ وہی ان کہی ہے جس سے کمزور دل مبطل فرار تھا مگر آخر کار جادو سر پہ چڑھکر بولا۔ سچائی کا بول بالا اور باطل کا منہ کالا ہوا شاہد ہمارا عز جلالہ نے حق میں قدرت ہی وہ رکھی ہے کہ مخالف کی زبان پر بھی بیساختہ جاری ہو جاتا ہے مدینہ منورہ میں اذان خطبہ کا خطیب سے بیس بلکہ زائد ذراع کے فاصلہ پر ہونیکا جواب ہی اور کیا تھا کہئے انبہٹی صاحب اب تو سمجھ میں آگیا ہوگا کہ بین یدی الخطیب و عند المنبر کے یہ معنی نہیں کہ خطیب سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلہ پر ہو بلکہ بیس یا اس سے زائد ذراع کے فاصلہ پر ہو جب بھی بین یدیہ اور عند

صادق آئیگا ہم نے بھی تو یہی کہا تھا کہ بین یدیہ وعند کچھ اتصال ہی سے خاص نہیں انکا مفاد محاذات وحضور ہے متصل ہو یا منفصل والہذا قریب وبعید دونوں میں استعمال ہے چونکہ علی باب المسجد والی حدیث اور فقہائے کرام کے ارشادات صراحت کر رہے ہیں کہ اذان خطبہ بھی مثل پنجوقتہ اذان کے مسجد یعنی موضع صلاۃ سے باہر ہو تو اذان خطبہ موضع صلاۃ سے باہر ایسی جگہ ہو سکتی ہے جہاں سے خطیب کا محاذات وحضور ہے ہاں انبیٹھی صاحب اب آپکا وہ قول جو صفحہ ۱۱ پہ تحریر ہے کہ جھنجو اذان خطبہ کا خطیب کے سامنے یا منبر کے سامنے یا امام ومنبر کے قریب ہونا امر متوارث ہے آپ ہی کے اس قول سے مردود ہو گیا یا نہیں۔ ابھی ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ امام ومنبر کے قریب ہونا امر متوارث ہے اور جب مدینہ منورہ میں بیس ذراع کی فاصلہ پہ اذان خطبہ کا دیا جانا بتایا گیا تو امام ومنبر کے قریب ہونے اور اسکے متوارث ہونیکا خیال جاتا رہا اور وہی قلم سے نکلا جو ہم کہتے تھے آپ نے پہلے نہ سوچ لیا کہ جب مدینہ منورہ میں بیس ذراع کے فاصلہ پر اذان ہوتی ہے اور دہلی بہار میں بھی اتنی ہی فاصلہ پہ ہوتی ہے تو میں امام ومنبر سے ہاتھ یا دو ہاتھ کے فاصلہ پہ امر متوارث کیوں بتا تا ہوں اور آپکا یہ فرمانا کہ مکبر صفوف کے لئے مطلقا قاطع نہیں آپ ہی کے قول سے غلط ہے آپکو تسلیم ہے کہ وہ چار ستونوں پہ قائم ہے تو کیا چار ستون قاطع صفوف ہوئے کیا جبکہ دہولیش اور چھت صفوف میں حائل ہوئی جبھی قاطع صفوف ہونا کیا صفوف نہیں ہوتے پھر فتوائے بریلی میں چھت کو قاطع صفوف کب بتایا گیا تھا بلکہ صاف صاف لکھدیا تھا کہ یہ مکبر چار جگہ سے گھیرتا ہے اور کتنی ہی صفیں قطع کرتا ہے ہاں یہ بھی خوب کہی کہ مساجد بنائی گئیں اور اسکے وسط میں درمیانی دیوار اور دیواریں محرابیں قائم کی گئیں اور وہ بھی قطع صفوف ہیں تو کیا وہ بھی فعل حرام ہے انبیٹھی صاحب آپکو مسجد کے ہر دو اطلاق میں امتیاز نہیں ورنہ کبھی یہ نہ فرماتے ہم کہتے ہیں موضع صلاۃ کے علاوہ مسجد کی دیواریں فصیلیں محل وضو مکبر کنواں غسلخانہ درمیانی دیواریں وغیرہ سب مسجد کے اطلاق اول کی بناپر خارج مسجد ہیں تو یہ سب عین مسجد یعنی موضع صلاۃ میں ہرگز ہرگز نہیں بنائے گئے ہیں ہر شخص جانتا ہے کہ جب کوئی مسجد بنانیکا ارادہ کرتا ہے تو اس کل زمین کو جو اطلاق دوم کی بناپر مسجد کے حکم میں ہو گئی ہے موضع صلاۃ مقرر نہیں کر دیتا بلکہ اس زمین میں سے کچھ حصہ کو موضع صلاۃ اور بقیہ میں ضرورت کے موافق محل وضو کنواں غسلخانہ درمیانی دیوار فصیل وغیرہ وغیرہ تجویز کرتا ہے تو اب بانی مسجد نے یہ جو کچھ بنایا وہ عین مسجد میں نہ بنایا اور اس لیے جائز ہے البتہ اگر کوئی شخص مسجد بنانے کے بعد موضع صلاۃ میں کوئی ستون

یا تکبرہ قاطع صفوف تو یقیناً ناجائز ہوگا فتوے مبارکہ میں بھی یہی بتایا گیا تھا کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے بعض قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے اور یہاں پر مسجد سے تو یہی موضع صلاۃ تھا مگر آپ درمیانی دیوار کا سوال خوش فہمی سے اٹھاتے بیٹھے یہ خیال نہ کیا کہ درمیانی دیوار موضع صلاۃ میں نہیں بنائی جاتی اگر آپ مسجد کے دو اطلاق نہیں ملتے تو گویا آپکے نزدیک سارا محل وضو غسلخانہ مسجد وغیرہ وغیرہ سب عین مسجد ہوئے اور اس تقدیر پر آپکے نزدیک عین مسجد میں وضو کرنا ناک سنکنا ناپاکی دور کرنا استنجا کرنا نہانا دھونا اور حائض کا وہاں کھڑا ہونا شور وغل مچانا سب کچھ جائز ہوگیا کیئے اب تو آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ جو کھجور کے ستون جناب نبی کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم نے جب مسجد شریف کی تعمیر فرمائی تھی قائم کئے گئے تھے وہ جائز طور پر قائم کیئے گئے تھے انکا بنانا حرام نہ تھا علاوہ اسکے الضرورات تبیح المحذورات مشہور ہے ستون اور دیواریں مسجد میں بضرورت قائم کیجاتی ہیں اور اس وجہ سے وہ جائز ہیں اور وہ چیز جو ... بلا ضرورت قاطع صفوف قائم کیجائیگی ضرور ناجائز ٹھہریگی

انھیں صاحب سچ کہئے کہ مجیب کے مدعا کو مکبرہ والے جواب نے کیا فائدہ پہنچایا سچ پوچھئے تو آپکا دل ہی جانتا ہوگا آپکی تمام محنت کو اس واحد میں ملیامیٹ کر دیا جب کہ آپکو تسلیم ہے کہ فقہائے احناف نے اذان کو مسجد کے اندر مکروہ بتایا ہے اور کوئی دلیل اس کی تردید میں نہ لاسکے اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ امام و منبر کے قریب ہونا ضروری نہیں کیونکہ بقول آپکے دہلی سہارنپور وغیرہ کی جوامع میں اذان خطبہ نہیں بلکہ اس سے زائد ذراع کے فاصلہ پر بلند مکبرہ پر ہوتی ہے اور ہم ثابت کر چکے کہ مکبرہ کا اول سے بنا خارج مسجد کے حکم میں ہے تو پھر کسی مزید بحث کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ جو کچھ فتوئے مبارکہ بریلی میں ہے وہ سب آپکو طوعاً و کرہاً مقبول ہے البتہ سب سے آخر میں جو آپ نے جامع الرموز کی عبارت کو دوبارہ نقل کر کے بین یدیہ بھی اڑا دیا۔

اور صاف لکھدیا کہ روایت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ مؤذن کا امام کے سامنے عین محاذات میں ہونا ضروری نہیں ہے تو گویا آپکی یہ ٹوک کے ستونوں سے جڑی ہوئی کاغذ کی عمارت (تنقیطہ الاذان) خود آپکے ہاتھوں پھٹ پھٹا کر نیست و نابود ہوگئی والحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی شفیع المذنبین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حررہ فقیر محمد عرفان علی قادری رضوی۔